ربوہ

خالد

ماہنامہ

مدیر

محمد اسلم شاد منگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۱۵

شمارہ ۵

ماہ صفر ۱۳۸۹ھ ؛ ہجرت ۱۳۴۸ ہش

مئی ۱۹۶۹ء

مدیر اعلیٰ:- محمد اسلم شاد منگلا

مدیران:- منصور احمد خاں - ظہیر الدین منصور احمد

قیمت سالانہ: چھ روپے ؛ قیمت فی پرچہ ۶۰ پیسے

ترتیب

اداریہ

قرآن کریم سے متعلق حضور ایدہ اللہ کا ارشاد

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات میں جماعت کو بارہا توجہ دلائی ہے۔ کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا۔ نہ مرد نہ عورت۔ نہ جوان نہ بچہ کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔ اور جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ اسی طرح حضور ایدہ اللہ نے چند روز پیشتر مورخہ ۲۲/۴۸ کے خطبۂ جمعہ میں پھر ایک بار تمام جماعت کو قرآنی انوار کے حصول کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ اور جماعت کی ذیلی تنظیموں پر بھی زور دیا ہے۔ کہ وہ بھی اپنے ماحول میں قرآن کریم کی تعلیم میں کوشاں رہیں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے خدام الاحمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"خدام الاحمدیہ کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ آئندہ اشاعت اسلام کا بڑا بوجھ آپ کے کندھوں پر پڑنے والا ہے۔ کوئی ایک طفل یا کوئی ایک نوجوان بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو احمدیت کے مقصد سے غافل رہے۔ اور اس ذمہ داری کی ادائیگی سے غافل رہے جو ہمارے رب نے ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالی ہے۔ گو ہر عمر میں انسان کے ساتھ موت لگی ہوتی ہے۔ لیکن عام حالات میں ایک ساٹھ سالہ ادھیڑ عمر کے انسان کی طبعی عمر اس نوجوان کی عمر سے کم ہوتی ہے جو ابھی سولہ یا سترہ سال کا ہے۔ آپ اپنے روحانی بینک یا خزانہ (اگر یہ لفظ اس جگہ کیلئے استعمال ہو جہاں خزانہ رکھا جاتا ہے) کو اگر آپ چاہیں تو بہت زیادہ بھر سکتے ہیں۔ لمبی عمر ہے جس شخص نے کئی فصلیں کاٹی ہوں۔ اس کے گھر میں دانے بہت زیادہ ہوں گے۔ اگر وہ دانے جمع کرے۔ اور اگر دانے بیچے تو مال زیادہ ہو گا۔ لیکن جس شخص نے ایک ہی فصل کاٹی ہو یا دو فصلیں کاٹی ہوں تو اگر اس کا پیٹ بھر جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔ مگر اخروی زندگی کی جو نعماء ہیں ان کے متعلق کوئی شخص یہ سوچ نہیں سکتا کہ بیشک وہ نعماء ہمیں تھوڑی مقدار میں مل جائیں زیادہ کے ہم امیدوار نہیں۔ ان نعمتوں کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق کوشش ہونی چاہیئے۔

پس خدام الاحمدیہ کی تنظیم اپنے طور پر بحیثیت خدام الاحمدیہ اس بات کا جائزہ لے اور نگرانی کرے کہ کوئی خادم اور طفل ایسا نہ رہے جو قرآن کریم نہ جانتا ہو یا مزید علم حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا ہو۔"

پس حضور کے اس ارشاد کے بعد ہر خادم کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق قرآن کریم کا علم حاصل کرنے میں لگ جائے اور قرآنی انوار سے اپنا دامن بھرنے کے لئے ایک پیاس محسوس کرنے لگے تا ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے اور ہم دُہرے ثواب کے مستحق ٹھہر جائیں۔ ایک لحاظ سے اس لئے کہ ہم اپنے پیارے امام کا حکم مانتے ہوئے قرآن کریم کا علم حاصل کریں۔ اور دوسرے اس لئے کہ اس کے پڑھنے اور اس کا علم حاصل کرنے سے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی لازوال دولت ہمیں مل جائے۔ یہ حضور ایدہ اللہ کا جماعت پر ایک بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے جماعت کو قرآنی انوار سے منور کرنے کی سکیم چلائی ہے آپ کی یہ خواہش ہے کہ گھر گھر قرآن کریم کی تعلیم کا اہتمام ہو اور ہر احمدی گھرانا خدا کے اس نور سے منور ہو جائے۔ پس کتنی خوش قسمت ہے ہماری جماعت جسے خدا تعالیٰ نے خلافت کی برکت سے اتنے عظیم الشان فضل سے نوازا ہے۔

ذرا اپنا جائزہ لیجیئے

کہ

- کیا آپ دن میں پانچوں نمازیں با جماعت ادا کرتے ہیں؟
- کیا آپ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟
- کیا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی کوئی کتاب ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ ہے؟
- کیا آپ نے کسی دوست تک احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے؟
- کیا آپ نے کسی ضرورت مند کی مدد کر کے خدمت خلق کا فریضہ سرانجام دیا ہے؟
- کیا آپ خدام الاحمدیہ کی مقامی تنظیم سے پوری طرح تعاون کر رہے ہیں؟
- کیا آپ نے اپنے ذمہ واجب الادا تمام چندے ادا کر دیئے ہیں؟

ایک حقیقی خادم کی طرف سے

ان سب سوالوں کا جواب مثبت صورت میں ہونا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کوشش کریں کہ آپ اپنے آپ کو اس ابتدائی معیار پر لا سکیں۔

یاد رکھیئے کہ آپ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے ایک ممبر ہیں صحیح معنوں میں احمدیت کے خادم بننے کی کوشش فرمائیں!!

قال اللہ

معارف القرآن

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

" ایک تو اس کے یہ معنے ہیں کہ قرآن شریف کی ایسی تاثیر ہے کہ اگر پہاڑ پر وہ اُترتا تو پہاڑ خوفِ خدا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اور زمین کے ساتھ مل جاتا جب جمادات پر اس کی ایسی تاثیر ہے۔ تو بڑے ہی بے وقوف وہ لوگ ہیں جو اس کی تاثیر سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور دوسرے اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اوّل تکبّر کو توڑنا جس طرح کہ کھڑا ہؤا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہؤا ہوتا ہے۔ گر کر زمین سے ہموار ہو جائے اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ تمام تکبّر اور بڑائی کے خیالات کو دُور کرے عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے اور دوسرا یہ ہے کہ پہلے تمام تعلقات اس کے ٹوٹ جائیں جیسا کہ پہاڑ گر کر متصدّعًا ہو جاتا ہے۔ اینٹ سے اینٹ جُدا ہو جاتی ہے ایسا ہی اس کے پہلے تعلقات جو موجب گندگی اور الٰہی نارضامندی تھے وہ سب تعلقات ٹوٹ جائیں۔ اور اب اس کی ملاقاتیں اور دوستیاں اور محبتیں اور عداوتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے رہ جائیں "۔

قَالَ الرَّسُوْلُ

حَدِیْثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۱) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ -

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں۔ وہ ویران گھر کی طرح ہے ۔

(۲) عَنْ بَشِیْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - قَالَ - مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا -

ترجمہ :- حضرت بشیر بن منذر بیان کرتے ہیں - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص قرآن کریم خوش الحانی اور سنوار کر نہیں پڑھتا - اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوش حالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو مَیں نے دیکھا ہے۔ لوگ دیکھیں اور جو مَیں نے سُنا ہے وہ سُنیں۔ اور قصّوں کو چھوڑ دیں۔ اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ مَیل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہوجاتے ہیں۔ وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہوجاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا مَیں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے۔ وُہ اُٹھے اور تلاش کرے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو۔ اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے۔ تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں۔ اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔ مگر یہ راہ کس طریق سے کُھلے گی۔ اور حجاب کس دعا سے اُٹھے گا۔ مَیں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے۔ اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدّت سے مُہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ خدا کی طرف سے مُہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یقیناً یہ سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں۔ یا بغیر کانوں کے سُن سکیں۔ یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں۔ کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں۔ مَیں جوان تھا۔ اب بوڑھا ہؤا۔ مگر مَیں نے کوئی نہ پایا۔ جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو؟"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۸-۱۲۹)

مجھے آپ کی تلاش ہے

۱- کیا آپ محنت کرنا جانتے ہیں اتنی کہ تیرہ چودہ گھنٹے دن میں کام کر سکیں۔

۲- کیا آپ سچ بولنا جانتے ہیں اتنا کہ کسی صورت میں آپ جھوٹ نہ بول سکیں۔ آپ کے سامنے آپ کا گہرا دوست اور عزیز بھی جھوٹ نہ بول سکے۔ آپ کے سامنے کوئی اپنے جھوٹ کا بہادرانہ قصہ سنائے تو آپ اس پر اظہار نفرت کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

۳- کیا آپ جھوٹی عزت کے جذبات سے پاک ہیں۔ گلیوں میں جھاڑو دے سکتے ہیں۔ بوجھ اٹھا کر گلیوں میں پھر سکتے ہیں۔ بلند آواز سے ہر قسم کے اعلان بازاروں میں کر سکتے ہیں سارا سارا دن پھر سکتے ہیں اور ساری ساری رات جاگ سکتے ہیں۔

۴- کیا آپ اعتکاف کر سکتے ہیں جس کے معنے ہوتے ہیں۔ (الف) ایک جگہ دنوں بیٹھ رہنا۔

(ب) گھنٹوں بیٹھے وظیفہ کرتے رہنا۔

(ج) گھنٹوں اور دنوں کسی انسان سے بات نہ کرنا

(۵) کیا آپ سفر کر سکتے ہیں۔ اکیلے اپنا بوجھ اٹھا کر بغیر اس کے کہ آپ کی جیب میں کوئی پیسہ ہو۔ دشمنوں اور مخالفوں میں ناواقفوں اور ناآشناؤں میں؟ دنوں ہفتوں اور مہینوں؟

۶- کیا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ بعض آدمی ہر شکست سے بالا ہوتے ہیں وہ شکست کا نام سننا پسند نہیں کرتے۔ وہ پہاڑوں کو کاٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں وہ دریاؤں کو کھینچ لانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اس قربانی کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔

۷- کیا آپ میں ہمت ہے کہ سب دنیا کہے نہیں اور آپ کہیں ہاں۔ آپ کے چاروں طرف لوگ ہنسیں اور آپ اپنی سنجیدگی قائم رکھیں۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑیں اور کہیں ٹھہر تو جا ہم تجھے ماریں گے اور آپ کا قدم بجائے دوڑنے کے ٹھہر جائے اور آپ اس کی طرف سر جھکا کر کہیں لو مار لو۔ آپ کسی کی نہ مانیں کیونکہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں مگر آپ سب سے منوالیں کیونکہ آپ سچے ہیں۔

۸- آپ یہ نہ کہتے ہوں کہ میں نے محنت کی مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ناکام کر دیا۔ بلکہ ہر ناکامی کو آپ اپنا قصور سمجھتے ہوں۔ آپ یقین رکھتے ہوں کہ جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب نہیں ہوتا۔ اس نے محنت ہرگز نہیں کی۔

اگر آپ ایسے ہیں تو آپ اچھا مبلغ اور اچھا تاجر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر آپ ہیں کہاں؟ خدا کے ایک بندہ کو آپ کی دیر سے تلاش ہے۔ اے احمدی نوجوان! ڈھونڈ اس شخص کو اپنے صوبہ میں، اپنے شہر میں، اپنے محلہ میں اپنے گھر میں اپنے دل میں کہ اسلام کا درخت مرجھا رہا ہے۔ اسی کے خون سے وہ دوبارہ سرسبز ہوگا۔

(مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

"ناخدا سویا ہوا ہے"

صدر محترم کا پیغام خدام کے نام

آج کل غالب کی یادیں منائی جارہی ہیں لہذا غالب ہی کے ذکر سے اس مختصر مضمون کی تمہید باندھتا ہوں۔ کہتے ہیں مولانا حالی کے سامنے کسی نے حافظ کے اس شعر کی بہت تعریف کی کہ:۔

شب تاریک وبیم وموج دریائے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

یعنی رات اندھیری ہے موج کا خوف، اور دریا حائل ہے ساحل پر ہلکے پھلکے قدموں سے چلنے والے ہمارا حال بھلا کیا جانیں!

مولانا حالی نے جواب دیا کہ ہاں یہ شعر بہت اچھا ہے لیکن اس کے دوسرے مصرعہ میں سوال کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے جس سے لطف میں کمی آگئی ہے۔ اس کے مقابل پر اسی کیفیت کے اظہار کے لئے غالب کا ایک شعر ہے جس میں ظاہری سوال کوئی نہیں مگر شعر زبانِ حال سے ایک مجسم سوال بنا ہوا ہے اور وہ شعر یہ ہے:۔

ہوائے تند وشب تار و موج طوفاں خیز
گستہ لنگرِ کشتی و ناخدا خفت است

یعنی ہوا تند و تیز رات تاریک اور موج طوفانی ہے کشتی کا لنگر ٹوٹا پڑا ہے اور ناخدا سویا ہوا!

مولانا کے اس بیان میں ایک گہری سچائی ہے اور فی الواقعہ اس شعر میں اگرچہ ظاہری الفاظ میں تو کوئی سوال نہیں پوچھا گیا۔ مگر کشتی کے سواروں کی بے چارگی اور خستہ حالی ایک مجسم سوال بنی نظر آتی ہے اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ کئی ایسے سوالات ذہن کے پردے پر اُبھرتے ہیں جن کے جوابات کا فقدان شعر میں بیان کردہ حالات میں عجیب پرسوز و گداز امکانی وسعتیں پیدا کر دیتا ہے۔ ناخدا کا سونا تھک ہار کر تھکاوٹ کے غلبہ کی وجہ سے تھا یا کم ہمتی کی بناء پر؟ اول الذکر صورت میں اس نے کشتی کو بچانے کے لئے کیسی تعبناک اور انسانی طاقتوں کو توڑ کر رکھ دینے والی جدوجہد کی ہوگی؟ کشتی کے سواروں پر اس وقت کیا گذری جب بقا کی یہ کشمکش جاری تھی اور اس وقت ان کے قلب کی کیا کیفیت ہوگی جبکہ اس کشمکش کا آخری تار بھی ٹوٹ گیا تھا کہ

ناخدا پر بھی اس رات مایوس کن تاریکی غالب آگئی اور امید کی آخری رمق بھی جاتی رہی کشتی کے سوار اس وقت کیا کر رہے تھے۔ ان کا اس جدوجہد میں کیا حصّہ تھا۔ کیا چیخ و پکار ابھی جاری تھی کہ یا گریہ وزاری کا بھی گلہ بیٹھ چکا تھا اور ہلاکت کے تھکے تھکے خاموش انتظار کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا تھا۔ یہ تمام سوالات اور ان کے علاوہ بھی کئی اور بے پوچھے سوال اس شعر کے ماحول میں معلّق ہیں جو خاموش سوالیوں کی طرح تصوّر کے دل کو کریدتے اور درد کے کچوکے دیتے ہیں۔

اس شعر پر غور کرتے ہوئے مَیں نے سوچا کہ زمانے کے حالات بھی بعض دفعہ بعینہٖ اس شعر کے مصداق بن جاتے ہیں نجات کی کشتی کے لنگر ٹوٹ جاتے ہیں اور ناخدا سو جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک ہولناک پُرآشوب اور تاریک رات دنیا پر آج سے سو برس پہلے طاری تھی جس کا محیط سب دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھا اور اہلِ دنیا کی مثال غالبؔ کی اس کشتی کی طرح ہو گئی تھی۔ جس کا ناخدا سویا ہوا ہو۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ یہ ناخدا کون تھا؟ .... یہ ناخدا ایک ایسی قوم تھی جسے ہر زمانے کے لئے اہلِ دنیا کی کشتی کا محافظ و نگران مقرر کیا گیا تھا۔ یہ وہ قوم تھی جو کائنات کے تمام ناخداؤں کے آقا و مولا کی طرف منسوب ہوتی تھی اور نجات دہندگی کا فن اسی سے سیکھنے کی دعویدار تھی۔

مَیں نے سوچا کہ غالبؔ کے اس شعر کو اگر یہ معنے پہنائے جائیں تو ان سوالات میں کس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو قبل ازیں صرف ایک ملاح اور چند کشتی سواروں کی صورت میں پیدا ہوئے تھے اور مَیں نے سوچا کہ اب جبکہ ایک آسمانی منادی کرنے والے نے اپنی پُرشوکت آواز میں بہت سے سونے والوں کو یہ کہہ کر کہ خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا ہے کہ

سونے والو جلد جاگو۔ یہ نہ وقتِ خواب ہے
جو خبر دی وحیٔ حق نے اس سے دل بیتاب ہے

اب جبکہ ناخداؤں کے طائفہ میں اِکّا دُکّا یہاں اور وہاں۔ خوابِ غفلت کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور ٹوٹے ہوئے لنگر کو از سرِ نو تعمیر کیا جا چکا ہے۔ اب جبکہ ایک نئے جوش نئے عزم اور ایک نئے ولولے کے ساتھ دنیا کی کشتی کو ہلاکت سے بچانے کی جدوجہد کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگر ان نو بیدار ناخداؤں میں سے بعض کو پھر نیند آجائے تو؟ . . . .

مانا کہ یہ اُٹھکر سو جانے والے غافل۔ بیداری کی اس عظیم الشان اور عالمگیر لہر کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں گے جس کا آغاز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تموّج خیز ندائے آسمانی سے ہوا۔ مانا کہ جو ناخدا اُٹھنے لگے ہیں اُٹھتے رہیں گے اور ناخداؤں کا طائفہ اپنی جمعیت اور قوت میں بڑھتا ہی رہے گا لیکن خود ان کا کیا بنے گا؟ اور ان کی غفلت نجات

کی آخری فتح کی گھڑی کو کس حد تک پیچھے پھینک دیگی؟

جب میں اُن مجالس یا خدام کو دیکھتا ہوں جو اسی قسم کی ایک خوابیدہ یا نیم خوابیدہ زندگی بسر کر رہے ہیں تو اسی قسم کے کئی سوال میرے دل و دماغ کو رنجوں اور فکروں کا ایک طلسم پیچ و تاب بنا دیتے ہیں۔

میں اپنے اُن عزیز بھائیوں سے جو اپنے اپنے دائرہ میں خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں، بمنت عرض کرتا ہوں کہ اس نوبت کو ذرا اور تیزی سے بجائیں اور آسمان کے نیچے ایک ایسا شور اور غلغلہ بپا کر دیں کہ سونے والوں کے کان پھٹنے لگیں۔ اور نیند کے جھکّے اس ارتعاش کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائیں۔ پھر ایسا ہو کہ کسی ناخدا کے لئے ممکن نہ رہے کہ ماحول کی ہلاکت سے بے پروا ہو کر مجرمانہ نیند کے مزے لوٹ سکے۔

سونے والو! جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے
جو خبر دی وحیٔ حق نے اس سے دل بیتاب ہے

خاکسار
مرزا طاہر احمد
صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

بقیہ توکّل علی اللہ کا واقعہ

آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکّہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے۔ جن کو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا۔ معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکّہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکّہ والا کہتا تھا کہ دس روپیہ لوں گا۔ اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا۔ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ دس (۱۰) روپیہ کرایہ ٹھیک ہے ؛ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین ص ۲۱)

آپ کے عزم کی ضرورت ہے

روزنامہ الفضل ایک دینی اخبار ہے اس کا باقاعدگی سے مطالعہ بھی آپ کی دینی معلومات بڑھانے کا بہت بڑا موجب بن سکتا ہے اس لئے ۵ پیسے روز کا خرچ کوئی ایسا بوجھ نہیں جو ناقابلِ برداشت ہو صرف آپ کے ارادہ اور عزم کی ضرورت ہے۔

(مینیجر الفضل)

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب

نوجوانوں کے لئے لمحۂ فکریّہ

ورقہ بن نوفل کے جذبات

بگو شیدا اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

چودہ سو برس پیشتر کا واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا آپؐ اس وقت غارِ حرا میں عبادت میں مشغول تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس پیغام لائے کہ آپؐ اس کتاب کو پڑھیں اور اسے دنیا بھر کے لوگوں کو سنائیں۔ ہمارے سید و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ایک ناگہانی بات تھی۔ آپؐ نے دیکھا کہ میں تو غریب و کمزور انسان ہوں دنیا شرک و کفر سے بھری ہوئی ہے میں کس طرح اتنے بڑے کام کو کر سکتا ہوں۔ آپؐ گھبرا گئے اور دو دفعہ تو مَا اَنَا بِقَارِئٍ کہکر معذرت فرمائی۔ مگر جب معلوم ہوا کہ اس بوجھ کو اٹھائے بغیر چارہ نہیں۔ اور یہ حکم خداوندی اٹل ہے تو آپؐ اس کے لئے تیار ہو گئے مگر طبیعت پر بہت بوجھ تھا۔ کانپتے ہوئے گھر واپس آئے اور اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا ماجرا سنایا اور اپنی گھبراہٹ اور فکر مندی کا اظہار فرمایا۔ اس خطرہ کا بھی اظہار فرمایا کہ میں اس مقصدِ عظیم میں کس طرح کامیاب ہو سکوں گا کہیں مجھے رسوا و شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ حضرت خدیجہؓ نے جو اپنے خاوند کی ساری زندگی سے واقف تھیں۔ اور آپؐ کی نیکی و تقوٰی سے پوری طرح آگاہ تھیں۔ بے ساختہ فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو رسوا ہونے دے ایسا قطعًا نہیں ہو سکتا۔ آپؐ راستباز ہیں۔ غریب پروری کرنے والے ہیں۔ یتامیٰ و بیوگان کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مہمان نوازی آپ کا شعار ہے۔ ہزاروں نایاب خوبیوں کا آپ مجموعہ ہیں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ذلیل و رسوا

ہونے دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس صادقانہ شہادت کے ساتھ ہی حضرت خدیجہؓ حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ حضرت ورقہؓ ایک عمر رسیدہ، جہاندیدہ، دیندار بزرگ تھے وہ ایام جاہلیت میں عیسائی ہو گئے اور کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجرا سُنایا۔ حضرت ورقہؓ سُنکر فوراً پکار اُٹھے کہ یہ تو وہی فرشتہ اور اسی طرح کا کلام الٰہی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ اسی یقین کے اظہار کے ساتھ ہی حضرت ورقہؓ نے حضورؐ سے فرمایا کہ کاش میں اس وقت زندہ ہوں اور آپؐ کی اچھی طرح مدد کر سکوں جب آپؐ کی قوم آپؐ کو آپ کے وطن سے نکال دے گی۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ بات سُنکر ششدر رہ گئے۔ بظاہر تو یہ بالکل اَن ہونی بات تھی۔ کہ قریش مکہ جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کی وجہ سے آپ سے غیر معمولی محبت رکھتے ہیں رشتہ دار ہیں وہ آپ کو مکہ سے نکال دیں۔ آپؐ نے ورقہؓ کی بات سنتے ہی بے ساختہ فرمایا۔ اَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ یعنی یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت ورقہؓ نے جواب میں کہا کہ ہاں وہ آپؐ کو ہی نکالیں گے۔ بات یوں ہے کہ جو صداقت و سچائی کا پیغام آپ لے کر آئے ہیں۔ ایسا پیغام لے کر جب بھی کوئی بندۂ خدا آیا ہے تو اس کی دشمنی کی گئی ہے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے اور ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ ان علمبردارانِ صداقت کو اپنے وطن سے نکلنا پڑا ہے جو پہلوں سے ہوا ہیں بصیرت کی آنکھ سے دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بھی ہو گا۔ مکہ میں معرکۂ حق و باطل گرم ہو گا اور شروع میں آپؐ کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑے گی

اس ساری گفتگو کے دوران بوڑھے ورقہؓ کے منہ سے نکلنے والا یہ فقرہ ہمارے عزیز بچوں اور نوجوانوں کے لئے خضرِ راہ ہے۔ حضرت ورقہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آنے والی مشکلات کا ایک سرسری سا خاکہ کھینچنے کے ساتھ اپنے بڑھاپے اور ضعف پر نظر کرتے ہوئے نہایت حسرت سے کہتے ہیں:۔

یالیتنی فیھا جزعا

کاش کہ میں اس وقت جوان اور تنومند ہوتا۔ اور اس معرکہ میں آپ کا ہاتھ بٹا سکتا۔ ایک بوڑھے خدا ترس بزرگ کی حسرتوں کا مرقع یہ فقرہ ہے۔ بلا شبہ اس بزرگ نے اپنی جوانی ضائع نہ کی تھی۔ اس نے ایام جوانی کو صحیح معرف میں خرچ کیا تھا مگر اب جو حق و باطل کی عظیم لڑائی درپیش ہے اس میں وہ اپنے قویٰ کے مضمحل ہو جانے کے باعث شریک نہیں ہو سکتا۔ وہ حسرت بھرے دل سے کہتا ہے:۔

یا لیتنی فیھا جزعا

کاش مَیں بھی اس وقت جوان ہوتا۔

یاد رکھنا چاہیئے ۔ کہ جوانی اور بڑھاپا ہر دو عمریں کارآمد اور مفید ہیں۔ بڑھاپا تجربہ کاری اور سوجھ وسمجھ کا زمانہ ہے جوانی عملی قوتوں کا دور ہے۔ جوش و عزم کا زمانہ ہے۔ دونوں ہی ضروری اور لازمی ہیں۔ جوانی دیرپا ہونے سے خود بخود بڑھاپے میں تبدیل ہوجاتی ہے ۔ انسان کے ارادہ کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسے صرف اتنا ہی اختیار ہے کہ جوانی کے جو ایام اسے عطا ہوئے ہیں جو چند برس بھرپور شباب کے اسے ملے ہیں انہیں اس طرح خرچ کرے کہ اس کا بڑھاپا گونہ اطمینان کا موجب بن جائے کہ ہم نے جوانی میں بھی اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ ایسے بوڑھے درحقیقت سدا جوان رہتے ہیں ان کی ہمتیں بلند اور ان کے عزائم چٹانوں کی مانند ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ زمانہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا زمانہ ہے خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہم سب پر یہ عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ ہم اپنی پوری قوتیں، پوری استعدادیں اور پوری ہمتیں اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ کریں۔ تا خدا کا دین اکناف عالم میں پھیل جائے ۔ اور زمین کے چپہ چپہ پر قرآن مجید کی حکومت قائم ہوجائے یہ کام سخت ترین کام ہے جو کسی مامور کی جماعت کے سپرد ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص مشیت کے ماتحت ہم غریبوں ، ناتوانوں اور سراسر بے علم انسانوں کو اس کام کے لئے چُن لیا ہے۔ ہم گھبراتے ہیں ، اپنی کمزوریوں سے ڈرتے ہیں۔ مگر اے عزیزو! اے میرے بھائیو! یہ کام بہرحال ہوگا ۔ اور خدا کی توفیق سے ہم اور ہماری نسلیں بھی اسے بجا لائنگی ہم تو مفت میں ثواب لے رہے ہیں اصل کام تو خدا تعالےٰ نے ہی کرنا ہے۔ سہ

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمانی است ایں بہرحالت شود پیدا

پس اے احمدی نوجوانو! آگے بڑھو۔ اور دین کی خدمت اور اشاعت کو اپنا نصب العین قرار دے کر اس راہ میں ہر قربانی کر گذرو۔ یقین جانو کہ اس راہ میں کوئی قربانی بھی بڑی نہیں یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے اخلاص سے کی گئی کسی قربانی کو نہ کبھی ضائع کیا ہے۔ اور نہ آئندہ ایسا ہوگا۔ دینی و دنیوی برکتوں کے وعدے ہمارے ساتھ ہیں اور خدا کا چمکتا ہوا فضل اس جماعت پر نازل ہو رہا ہے ۔ اللہ تعالےٰ آپ کے اور ہمارے ساتھ ہو۔ آمین ؛

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

(المصلح الموعودؓ)

توکّل علی اللہ کا ایک سچا واقعہ

میرا ایک بھتیجا تھا اس کا نام شہسوار تھا۔ میں اس کو ہمراہ لے کر جموں کے ارادہ سے گھر سے نکلا۔ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ میں نے ارادہ کیا۔ کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لوں۔ لیکن طبیعت نے مضائقہ کیا۔ اور ویسے ہی چل دیا۔ ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ شہر سے باہر مجھے ایک آدمی نے ایک روپیہ اور کچھ بتاشے دیئے۔ ایک اور آدمی نے ایک اٹھنی دی۔ تین چار کوس چل کر سڑک کے کنارے آوان نام ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو لڑکے نے مجھ سے کہا کہ بتاشے ہمارے پاس ہیں گرمی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہاں کنوئیں پر جا کر شربت پی لوں۔ چنانچہ وہ لڑکا تھوڑی دور جا کر پھر واپس ہوا۔ اور مجھ سے کہا کہ آپ بھی آجائیں ہم دونوں اس گاؤں میں پہنچے۔ لڑکے نے لوٹا کھولنا چاہا۔ لیکن کنوئیں والے نے کہا کہ ذرا آپ ٹھہر جائیں۔ خیر ہم بیٹھ گئے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کہ ٹھہرانے کی وجہ کیا ہے اس نے کہا کہ گاؤں کے نمبردار نے دور سے آپ کو دیکھا تھا۔ وہ دودھ لینے کے واسطے گیا ہے۔ تھوڑے سے ہی وقفہ میں نمبردار آیا۔ اور اس نے ایک روپیہ مجھے نذر دیا۔ اس کا بیٹا کبھی میرے پاس علاج کے واسطے آیا تھا۔ اور اچھا ہو گیا تھا۔ خیر ہم نے دودھ پیا جب اٹھنے لگے تو اس نمبردار نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں۔ غرض تھوڑی دیر میں وہاں کی مسجد کا ملاں آیا اور اس نے ایک روپیہ دیا۔ چونکہ وہ غریب حالت میں تھا۔ میں نے اس سے روپیہ لینا پسند نہ کیا۔ اس عرصہ میں گاؤں کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ جب میں نے روپیہ واپس کرنا چاہا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ یہ روپیہ تو ضرور لے لیں۔ آپ ہرگز واپس نہ کریں۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ شخص بہت دنوں سے بیمار تھا۔ اور اس نے آپ سے بذریعہ ڈاک جموں سے دوائی منگوائی تھی۔ یہ اس کے استعمال سے اچھا ہو گیا۔ ہم سب کہتے تھے کہ تو نے دوا مفت منگوائی اور کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کیا اس نے کہا کہ اگر نور دین یہاں ہمارے گاؤں میں آئے۔ تو روپیہ دے دوں گا۔ یہ کبھی روپیہ دینے والا نہیں۔ آج اتفاق سے ہی یہ قابو چڑھا ہے۔ اب آپ اس سے روپیہ لے ہی لیں عجیب بات ہے کہ میں اس سے پیشتر کبھی اس گاؤں میں نہیں گیا تھا۔ (حالانکہ ہمارے شہر سے صرف ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہوگا) اور نہ اس کے بعد کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ اب میرے پاس ساڑھے تین روپے ہو گئے غرض ہم

ریل کے کنارے پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچکر میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکے کو لاہور دکھادیں میں نے اسٹیشن پر دیکھا کہ لاہور تک کا دو آدمیوں کا تھرڈ کلاس کا کرایہ تین روپیہ ہے۔ ہم نے دو ٹکٹ تھرڈ کلاس کے لئے اور لاہور پہنچ گئے آٹھ آنے ہمارے پاس باقی تھے۔ اسٹیشن پر اترے ایک گاڑی بان نے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم نے کہا انارکلی میں شیخ رحیم بخش کی کوٹھی پر اترنا ہے۔ کیا لوگے؟ اس نے کہا کہ ایک روپیہ سے کم نہ لونگا ہم نے کہا کہ ہمارے پاس تو ایک اٹھنی ہے چاہو تو لے لو۔ اس نے ہنس کر اٹھنی لے لی اور شیخ صاحب کے مکان پر ہم کو پہنچا دیا۔ کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب ہم چلنے لگے۔ تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لئے منگوا دی اور آہستہ سے میرے کان میں کہا۔ کہ میرے نوکر کو آپ انعام نہ دیں۔ اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا۔ لیکن یقین ایسا کامل تھا۔ کہ اس میں تزلزل ذرا بھی نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے ٹرین بھی آئی اور مسافر بھی سوار ہو گئے اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب بالکل گاڑی چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نوردین نوردین پکارتا ہوا

دُور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہؤا کہ وہ چل کر پھر رُک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہؤا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا۔ وہاں سے تین ٹکٹ لایا۔ ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھُلوایا اور ہم تینوں سوار ہوئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے۔ مَیں نے نسخہ لکھ دیا۔ اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا۔ کہ یہ کہاں تک کے ہیں۔ اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ وہ خود ہی فوراً بولا۔ کہ مَیں ان ٹکٹوں کے دام ہرگز نہ لوں گا۔ مَیں بھی خاموش ہو گیا۔ ٹکٹ وہیں تک کے تھے۔ جہاں ہم کو جانا تھا یعنی وزیرآباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اُتر گیا۔ ہم وزیرآباد پہنچے۔ میں نے لڑکے سے کہا۔ کہ بیگ لے کر تم شہر میں سے ہوتے ہوئے سیدھے شہر کے دوسری طرف پہنچو۔ پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں۔ وزیرآباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے آپ اس کو دیکھ لیں۔ مَیں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقعہ نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے۔ یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

مکرم خالد سیف اللہ خانصاحب لائلپور

تصوّف اور اس کی تاریخ

تصوّف سے کیا مراد ہے۔ اس کے لغوی اور اصطلاحی معنے کیا ہیں۔ مختلف سلسلہ ہائے تصوّف کونسے ہیں۔ اصلاح وتہذیب نفس کے ذرائع کا مختصر تعارف وغیرہ وہ چند امور ہیں جن پر اس مقالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

تصوّف کی تعریف۔

صوفی کا لفظ جتنا پرانا اور کثیر الاستعمال ہے۔ اس کے اصل کے بارہ میں اتنی ہی مختلف آراء کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک صوفی کا لفظ صَفَا سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے ایسا آدمی جس کا سینہ تمام بشری کدورتوں اور مادی آلائشوں سے پاک اور صاف ہو۔ بعض کے نزدیک جو بزرگ صوف کا موٹا اونی لباس پہنتے تھے ان کو صوفی کہا جانے لگا۔ بعض کے نزدیک اصحاب الصّفہ کی مناسبت سے عابد و زاہد اور درویش صفت بزرگوں کو صوفی کہا جاتا ہے۔

تصوّف کا مقصد

تصوّف کا مقصد قرآن مجید۔ احادیث نبویؐ اور سنّتِ رسُولؐ کی روشنی اور اتباع میں زندگی کو اس رنگ میں ڈھالنا ہے کہ مقصد حیات جو اللہ تعالےٰ کے ارشاد وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ میں مذکور ہوا ہے۔ پورا ہو سکے یہ رستہ جتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ اتنا ہی مشکل اور پیچیدہ ہے۔ شیطان سالک کو گمراہ کرنے کے لئے ہر موڑ پر مختلف شکلوں اور بہروپ میں موجود ہوتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ہتھیار نفسانی جذبات وخواہشات اور دُنیا کی زینتوں اور رعنائیوں کو خوبصورت کرکے دکھلانے میں مضمر ہے۔ یہی وہ بت ہے جس کی طرف قرآنی آیت اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (کیا تُونے اس شخص کی حالت پر غور کیا ہے جس نے اپنی گری ہوئی خواہشات کو معبود بنا لیا ہے) اشارہ کرتی ہے تصوّف کا مقصد اسی بُت کو پاش پاش کرنے کے لئے ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہونا ہے۔ لہٰذا تصوّف نام ہے تمام نفسانی لذّتوں سے دست کش ہوجانے کا اور ان کو الٰہی منشاء کے تابع کر دینے کا اور اپنے جذبات وقویٰ کو اپنے مالک حقیقی کے حضور قربانی کے لئے پیش کر دینے کا۔

تصوّف کا بیج اور محور

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ قبل از بعثت، پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ذکر وفکر اور عبادت کی غرض سے غارِ حرا میں گوشہ نشینی اختیار فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ریاضت و مجاہدہ نے آپؐ کے فطرتی نور کو جلا بخشا اور آپؐ کے قلبِ صافی میں اللہ تعالیٰ کا نور منعکس ہوا۔ جو ساری دنیا کی تاریکیوں کو پاش پاش کر گیا۔ بعثت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ایک مسلسل جہاد میں گذری آپؐ کے دن خدمتِ دین اور حقوق العباد کا حق ادا کرتے ہوئے گذرتے اور راتیں اپنے خالق و مالک کے حضور سجدہ و قیام کی حالت میں گذرتیں۔ نوافل ادا کرتے ہوئے آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اور اس طرح اپنے رب کے شکر گزار بندہ بننے کا حق ادا کر دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا یہی رُخ تصوّف کا نقطۂ مرکزیہ محور اور روح ہے۔

تصوّف کے بنیادی اجزاء

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "فتوح الغیب" میں اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تصوّف کی بنیاد جن آٹھ خصلتوں پر رکھی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ بڑھاپے کی عمر میں اپنا اکلوتا بیٹا خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ قرآن مجید کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اعلیٰ نیکی کا مقام اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان خدا کے لئے محبوب ترین وجودوں اور اشیاء کو قربان کرنے کے لئے تیار نہ ہو جائے۔

(۲) رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کہ اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قرآنی آیت بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اسی مقام تسلیم و رضا کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

(۳) صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا کہ انتہائی تکلیف اور لمبی بیماری میں بھی خدا پر گلہ شکوہ اور بدظنی نہ کی اور اعلیٰ صبر کے مقام پر قائم رہے۔ قرآنی آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ میں صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیّت کی بشارت دی گئی ہے۔

(۴) چہارم اشارہ حضرت زکریا علیہ السلام کا یعنی اشارہ سے کلام کرنا اور کم گوئی۔ کشف المحجوب میں ایک بزرگ حضرت ابو عبدالرحمٰن حاتم بن عنوان اصم بلخی کا ارشاد مذکور ہے کہ "شہوت تین قسم کی ہے۔ اوّل کھانے پینے میں شہوت دوم گفتگو میں شہوت۔ سوم دیکھنے سننے کی شہوت۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے حلال کھاؤ۔ زبان کو صدق و راستی کے لئے اور آنکھ کو عبرت و مشاہدہ کے لئے وقف کر دو" قرآنی آیت هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ میں تمام جسمانی سوراخوں کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ یعنی شرمگاہوں۔ کان۔ منہ اور ناک وغیرہ کی ہر خلاف شرع

قول و فعل سے حفاظت مومنوں کے لئے ضروری قرار دی گئی ہے۔

(۵) غربت (وطن سے دوری) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی۔ آپ کو خدا کی راہ میں شہید کیا گیا تھا۔

(۶) سفر اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ قرآنی ارشاد فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ اس کے مناسب حال ہے۔

(۷) صوف یعنی موٹے اُون کا لباس پہننا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح۔ یہ اولیاء اللہ کی سادگی طبع اور دنیوی زیب و زینت سے بیزاری پر دلالت کرتا ہے۔

(۸) فقر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ پیش نظر رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں دنیوی زندگی کو محض لہو و لعب اور دنیوی زندگی کی متاع کو فریب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ نیز وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

اصطلاحاتِ صُوفیاء

صوفیاء نے مختلف اصطلاحات وضع کی ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں مناسب ہوگا۔

(۱) حال و مقام۔ خدا تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى کے ارشاد خداوندی کے مطابق مومن جو درجہ مجاہدات اور ریاضت کے نتیجہ میں بارگاہِ خداوندی میں حاصل کرتا ہے اس کا نام مقام ہے اس کے بالمقابل بغیر کسب و مجاہدہ کے خدا تعالےٰ کی صفت رحمانیت کے تحت جو نکات و معرفت کا نزول وقتاً فوقتاً دل پر ہوتا ہے اس کا نام حال ہے گویا مقام عمل اور سعی کے نتیجہ میں صفتِ رحیمیت کے تحت حاصل ہوتا ہے اور حال صفتِ رحمانیت کے تحت اللہ تعالیٰ کی بزرگی ہے۔

(۲) رضاء۔ رضا سلوک کے مقامات میں سے ایک اہم مقام کا نام ہے۔ بندہ کی رضا اللہ تعالےٰ کے شرعی و تقدیری احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور اللہ کی رضا اس کے نتیجہ میں بندہ کے لئے اپنے فضل و کرم اور ثواب کا دروازہ وا کرنا ہے۔ تسلیم و رضا درویشی کا پہلا مقام ہے اور عشق و فنا آخری۔ توکل کے صحیح معنے یہ ہیں کہ انسان کا دل مادی اسباب کے ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق محسوس نہ کرے۔

(۳) صحو و سُکر۔ ہوش کی حالت میں ذکر و عبادت کرنا صحو ہے جبکہ سُکر اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہمہ وقت توجہ الی اللہ میں مدہوشی اور استغراقی کیفیت کا نام ہے۔

(۴) ایثار۔ صوفیاء کے نزدیک ایثار کے بغیر خدا نہیں ملتا۔ ایثار یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت اور اعانت پر ہر وقت کمر بستہ رہے اور ان کے فائدہ کے لئے اپنے جائز حق اور عمدہ سے عمدہ چیز کو قربان کر دے۔

(۵) نفس۔ نفس کے لفظی معنے ذات اور باطن کے ہیں لیکن صوفیاء کے نزدیک روح جسم اور ارادہ و شعور کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں

نفسِ امارہ جو انسان کو گناہ کی ترغیب دلاتا ہے نفسِ لوامہ جو انسان کو اپنے گناہوں پر نادم کرتا ہے۔ اور نفسِ مطمئنہ جو اطمینانِ قلب۔ اور رضا بالقضا کا مقام ہے۔

(۶) ولایت:۔ تصوف اور معرفت کی بنیاد ولایت پر ہے۔ اس کے لفظی معنے تو مخلصانہ دوستی کے ہیں لیکن صوفیاء کے نزدیک اس سے مراد ایک مستقل جذبۂ عشق و محبت ہے۔ جو انسان کے جذبات پر ہر وقت مستولی و غالب رہتا ہے۔ ایسا جذبہ جو محب کو محبوب کی ذات میں محو کر دے گویا ولی کے معنے ہیں اللہ کا سچا دوست جو ہر رنگ اور ہر حال میں اس کی اطاعت میں لگا رہے اور اس کی معیت کا خواہاں رہے۔

(۷) فنا و بقاء:۔ فنا کے لفظی معنے عدم کے اور بقا کے دوام کے ہیں۔ لیکن تصوّف کی اصطلاح میں فنا سے مراد فنا فی اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت میں ایسا فنا ہونا کہ نفسِ امّارہ اوصافِ ذمیمہ اور اپنے نفسانی جوشوں اور ارادوں سے الگ ہو جائے۔ اس طرح سالک عشقِ الٰہی میں فنا ہو کر ایک نئی روحانی زندگی پاتا ہے جسے بقا باللہ کا مقام کہتے ہیں۔

(۸) علومِ ظاہری و باطنی:۔ شریعت۔ حقیقت۔ طریقت۔ معرفت تصوّف کی رُو سے علم کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہری دوسرے باطنی۔ علومِ ظاہری سے مراد قرآن مجید۔ حدیث۔ سنّت اور فقہ یعنی احکام شریعت کا علم ہے۔ علومِ باطنی کی حیثیت علومِ ظاہری کے لئے بمنزلہ روح کے ہے جس کا تعلق کیفیتِ قلب اور استفاضۂ شریعت سے ہے۔ علمِ تصوّف کا تعلق علومِ باطنی سے ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ شریعت کا علم حاصل کر کے انسان حقیقت کو پاتا ہے۔ اور طریقت جو شریعت پر ہی قدم مارنے کا نام ہے اس سے معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے۔ علومِ ظاہری کے ماہرین علماء کہلائے اور علومِ باطنی (جس کے عناصر چہارگانہ شریعت۔ طریقت حقیقت اور معرفت ہیں) کے حامل صوفیاء کہلائے۔ تیسری صدی ہجری میں علومِ ظاہری و باطنی کی اس تعریف کے بعد علماء اور صوفیاء دو علیحدہ گروہ بن گئے۔ اور ان کے درمیان ایک مستقل نزاع شروع ہو گیا۔

(۹) فقر:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درویش کا بہت بڑا درجہ ہے۔ درویشی یا تصوّف کی اصطلاح میں حقیقی فقیر وہ ہے۔ جو اگرچہ ظاہری اسباب کی رعایت کو بحکم اللہ تعالیٰ ملحوظِ خاطر رکھتا ہے لیکن اس کا اصل بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے حقیقی فقیر نہ تو دنیوی مال و متاع کے حاصل ہونے سے دلی خوشی حاصل کرتا ہے اور نہ اس کے ضائع ہو جانے پر مایوس و غمگین ہوتا ہے۔ اہلِ تصوّف کا سب سے بڑا سرمایہ فقر ہوتا ہے جس کا مطلب ہے۔ دل کو ہر نفسانی حرص و طمع سے خالی کر دینا۔

(۱۰) جمع و تفرقہ:۔ لغوی اعتبار سے بکھری ہوئی چیزوں کے اکٹھا کرنے کو جمع اور اکٹھی کی ہوئی چیزوں کو بکھیرنا تفرقہ کہلاتا ہے۔ لیکن صوفیاء کے نزدیک اپنی تمام خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح جمع کر دینا کہ گویا خدا تعالیٰ کی رضا ہی اس کی

تمام آرزوؤں اور ذوق و شوق کا مرکز ہو جمع کہلاتا ہے۔ لیکن جب انسان کی خواہشات و افعال رضائے الٰہی کی غرض کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے ہوں۔ تو وہ تفرقہ کہلاتا ہے۔

اسی تعلق میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جن کو خدا تعالیٰ نے علوم ظاہری و باطنی سے پُر فرمایا تھا۔ سورۃ البیّنۃ کی تفسیر زیر آیت وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"اسلام دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ خدا ہی کا ہو جانے کی تعلیم دیتا ہے لیکن اکثر لوگ دنیوی کام کرنے پر بھی مجبور ہوتے ہیں پھر یہ حکم کس طرح پورا ہو سکتا تھا۔ اسی طریق سے جس کی طرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر کے حکم میں اشارہ فرمایا ہے یعنی اپنے دنیوی کاموں کو بھی خدا تعالیٰ کے منشا کے مطابق اور اس کی خوشنودی کے لئے کرے۔ اس طرح اس کا ہر کام عبادت بن جائیگا اور جبکہ وہ ظاہر میں دنیا کا کام کرتا ہوا نظر آئے گا۔ اس کا ہر کام عبادت ہو جائیگا یہی نکتہ تصوف کی جان ہے۔ اور تصوف کی بنیاد کُلی طور پر اسی نکتہ پر کھڑی ہے اس پر عمل کرکے انسان روحانیت کی اعلیٰ منازل کو آسانی سے طے کر سکتا ہے اور لحظہ بہ لحظہ خدا تعالیٰ کے قرب میں ترقی کر سکتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جزء چہارم حصہ دوم صفحہ ۳۷۴)

صوفیاء کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صوفیوں کو ہمیشہ موت کا خیال دامنگیر رہا ہے۔ لیکن مولویوں کے نام سے جو لوگ گذرے ہیں۔ وہ عموماً محجوب رہے ہیں۔ بہت ہی کم جو در اصل وہ بھی فقیر تھے وہ تو اس حجاب سے بچے ہیں ورنہ اہل تصوّف سے عموماً الگ رہے ہیں۔ اور ایسے پاکباز لوگوں پر کفر کے فتوے دیتے رہے جو دنیا سے انقطاع کرنے والے تھے صوفی تو ایسے ہیں جیسے ہر وقت کوئی مرنے کو تیار رہتا ہے۔ ان کی کتابوں کو پڑھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ ان سے خوشبو آتی ہے کہ وہ صاحب حال ہیں صاحبِ قال نہیں۔ اگر فراستِ صحیحہ ہو تو انسان ان باتوں کو سمجھ لیتا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتوح الغیب بڑی ہی عمدہ کتاب ہے۔ مَیں نے اس کو کئی مرتبہ پڑھا ہے بدعات سے پاک ہے بعض کتابیں صوفیوں کی اس قسم کی بھی ہیں کہ ان میں بدعات بھی

داخل ہو گئی ہیں۔ لیکن یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ فقیروں میں بھی ایک آفت پڑی ہے یعنی بعض فقیر تو ہوئے مگر وحدتِ وجودی ہو گئے۔ اور خود ہی خدا بن بیٹھے۔" (ملفوظات ص ۵۲)

تصوّف کے سلسلے۔

عام خیال ہے کہ سب سے پہلے دوسری صدی ہجری میں تمام عابدوں اور زاہدوں کو صوفی کہا جانے لگا۔ جن کو پہلے اربابِ حدیث کہا جاتا تھا جس طرح فقہ میں چار مکتبِ خیال ہیں یعنی حنفی۔ مالکی۔ شافعی اور حنبلی اسی طرح تصوّف کے سلسلے اور طریقے مسلمانوں میں رائج ہیں۔ ہندو پاکستان میں جو سلسلے اس وقت ملتے ہیں وہ چار ہیں یعنی چشتی۔ قادری۔ سہروردی اور نقشبندی۔

تصوّف کے یہ سلسلے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی وساطت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک ملائے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا چہار سلسلوں کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف معروف بزرگوں ہی کے نام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) نقشبندی:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت سلمان فارسیؓ۔ حضرت ابویزید بسطامی۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار۔ حضرت خواجہ باقی باللہ۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی۔ حضرت مرزا جانِ جاناں مظہر شہید۔

(۲) قادری۔ حضرت علیؓ۔ حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام حسینؓ۔ حضرت امام زین العابدینؒ۔ حضرت امام باقرؒ۔ حضرت امام جعفر صادقؒ۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ۔ حضرت امام موسیٰ علی رضاؒ۔ حضرت خواجہ معروف کرخی۔ حضرت خواجہ سری سقطی۔ حضرت جنید بغدادیؒ۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔

(۳) چشتی:۔ حضرت خواجہ حسن بصری۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض۔ حضرت سلطان ابراہیم ادہم۔ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج۔ حضرت خواجہ مخدوم علی صابر کلیری۔

(۴) سہروردی۔ حضرت خواجہ حسن بصری۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی۔ حضرت داؤد طائی۔ حضرت شیخ ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔

ان سب بزرگوں کے حالات بڑے ایمان افروز ہیں۔ یہ اپنے اپنے وقت میں آسمانِ روحانیت کے ستارے تھے۔ انہوں نے اس تاریکی کے زمانہ میں ایمان و توحید کی شمع روشن رکھی۔ جبکہ عام مسلمان اور ان کے سلاطین عموماً دین سے بہت دور جا پڑے تھے اور ان بزرگوں سے کلمۂ حق سننا بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ (مضمون کے اختصار کے پیش نظر ان بزرگوں کے حالات اور اقوال پیش نہیں کئے جا سکے)

تصوّف کے سب سلسلے حضرت مسیح موعودؑ

کے سلسلے میں مدغم ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالمِ روحانی کی انہار کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" عالمِ روحانی کے سب سے بڑے سمندر تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر ان سے آگے دنیا میں کئی قسم کی روحانی نہریں جاری ہوئیں ..... چنانچہ دیکھ لو ایک نہر شریعت کی چلی پھر اسی نہر میں سے ایک حنفی نہر نکلی۔ ایک شافعی نہر نکلی ایک مالکی نہر نکلی ایک حنبلی نہر نکلی ..... پھر ایک تصوّف کی نہر چلی ایک فلسفۂ شریعت کی نہر چلی۔ جس کے بدت بڑے بانی ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب اور امام ابن تیمیہ تھے اور آخر میں سب سے زیادہ اہم کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ..... یہ ساری نہریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں آکر مدغم ہو گئیں۔ اور پھر ایک نئی نہر دنیا میں چل پڑی اور آپ کے ذریعہ سے پرانی روحانی نہریں بھی جاری رہیں۔"

اسی تسلسل میں حضور فرماتے ہیں:۔

" عمرؓ کا واقعہ دیکھو کیسی سنگلاخ زمین تھی مگر پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تاثیر سے اس میں سے کیسی نہر چلی۔ مگر اس سے پہلے ابو بکرؓ کی نہر چلی۔ پھر عمرؓ کی نہر چلی۔ پھر عثمانؓ کی نہر چلی۔ پھر علوی نہر چلی۔ پھر اس سے آگے قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی نہریں جاری ہوئیں۔ سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ، مولانا رومؒ، ابراہیم ادھمؒ، امام غزالیؒ، حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت بختیار کاکیؒ، حضرت فرید الدین صاحب شکر گنجؒ، حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ، حضرت خواجہ سلیم چشتیؒ، حضرت سیّد احمد صاحب سرہندیؒ، حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحبؒ، حضرت خواجہ میر درد صاحبؒ، حضرت سیّد احمد صاحب بریلویؒ اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہر بھی اسی نہر میں سے نکلی ہوئی نہریں تھیں بتاؤ وہ اور کونسی نہر ہے جو اتنے زمانہ تک اور اتنے ملکوں میں پھیلی ہو۔"

(سیر روحانی جلد سوم صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

تزکیۂ نفس اور عبادات

عبادت تہذیبِ نفس کی وہ راہ ہے جس پر قدم مار کر سالکِ راہ اپنی تمام لذات اور مرادات کو

خدا تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر لیتا ہے جس کے نتیجہ میں
وہ ایک آئینہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس میں خدا
تعالیٰ کی تمام صفات منعکس ہو جائیں۔ اس مقام کے
حصول کے لئے ضروری ہے کہ نفس تمام کدورتوں اور
کثافتوں سے پاک ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات
کا نقشہ ہر وقت سامنے رکھ کر ان کا عکس شیشۂ دل
میں لیا جائے۔ عبادت کے مفہوم میں اطاعت خضوع
مذلت۔ خدمت اور اپنے محبوب کی مقرر کردہ راہوں
کی تمام شرائط کے ساتھ پابندی شامل ہے۔ عبادت
خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے اور قرب الٰہی
کے مقام تک پہنچاتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے
قبل ایک لمبا عرصہ گھر سے سات سات دن کا زاد ساتھ
لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ
کے حضور عبادت میں وقت گزارتے۔ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے اپنے فارسی منظوم کلام میں اس کا ذکر
فرمایا ہے۔ اس کا ترجمہ حضرت میاں عطاء اللہ صاحب
مرحوم نے جو کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

"کون جان سکتا ہے اور کس کو ان نالوں
کی خبر ہو سکتی ہے۔ جو وہ شفیعؐ کنج
غار میں سارے جہان کے لئے
کرتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ
درد اور اندوہ و غم کس درجہ پر تھا
جو حضورؐ کو حزیں و دلفگار بنا کر اس
غار میں لے جاتا تھا۔ حضورؐ کو نہ
تاریکی سے وحشت ہوتی تھی نہ تنہائی
سے کوئی ہراس ہوتا تھا۔ نہ موت کا
غم نہ بچھوؤں کا خوف نہ سانپوں کا
ڈر۔ خلق خدا کے لئے اس غار میں
حضور پُر درد نعرے مارتے۔ دن رات
حضورؐ کا کام خدا کے حضور تضرع ہو گیا
اس عجز اور دعا سے آسمان پر ایک
شور پڑ گیا اور خود فرشتوں کی آنکھیں
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے غم سے اشکبار ہو گئیں۔ آخر حضور
کے اس عجز اور مناجات اور تضرع
کے طفیل خدا کی نگاہِ لطف اس عالم
تاریک و تار پر پڑی۔"

(ترجمہ بحوالہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادات)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے
کہ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ یعنی میری آنکھ کی
ٹھنڈک نماز میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی نماز میں جو سوز و درد ہوتا تھا۔ اس کا ذکر شمائل
الترمذی میں یوں ملتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضورؐ کی باری میرے ہاں تھی۔
ایک تاریک رات میں حضور نصف شب کے قریب
اُٹھے میرے دل میں نسوانی رقابت کی وجہ سے یہ خیال
پیدا ہوا۔ کہ دیکھوں حضورؐ کہاں جاتے ہیں۔ حضورؐ
اُٹھے اور سیدھے قبرستان میں تشریف لے گئے
اور نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔ قیام اور رکوع کے بعد

حضورؐ سجدہ میں پڑ گئے اس وقت سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا اور حضور بار بار فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ سَجَدَتْ لَکَ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ۔ اَللّٰھُمَّ سَجَدَتْ رُوْحِیْ وَجَنَانِیْ۔ کہ اے میرے خدا میرے جسم اور روح دونوں تیرے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اشکوں کا سیلاب تھا جو آنکھوں سے بہہ رہا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی بیان ہے کہ شعبان کی ایک رات میں نے دیکھا کہ حضورؐ سجدہ میں پڑ گئے۔ اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں حضور نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد نہ کر دی ہو۔ میں بے چینی سے اٹھی۔ پاؤں کو ہاتھ لگایا اور دیکھا کہ حضور فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ اے خدا تو بڑا درگذر کرنے والا ہے۔ اور درگذر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ اے خدا تو میری کوتاہیوں سے درگذر فرما۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی راتوں کا اکثر حصہ اس طرح پاؤں پر کھڑے گزار دیتے کہ پاؤں اور پنڈلیاں سوج جاتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالے نے آپ کی ساری اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کہ کیا میں اپنے آقا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کثرت کے ساتھ نفلی عبادات ادا فرماتے۔ چنانچہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ پس میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

یہ ہے وہ اسوہ حسنہ ہے جس پر چلنے کی سالک سے توقع کی جاتی ہے۔

تزکیۂ نفس اور ذکر الٰہی۔

تزکیۂ نفس کے لئے ذکر الٰہی پر مداومت ایک بڑا کامیاب نسخہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ شیطان آدمی کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جونہی انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالے نے ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ۔ (۴۳/۳۷) جو شخص رحمان خدا کے ذکر سے غفلت برتتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اسی لئے صوفیا کہتے ہیں کہ جو دم غافل سو دم کافر۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر آن اپنے پیارے آقا کو یاد کرتے رہتے۔ زندگی کا کوئی موقعہ ایسا نہیں

جس کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دعا نہ سکھلائی ہو۔ سالک کا فرض ہے کہ ان سب دعاؤں کو یاد کرے۔ اور اپنے آقا کی اتباع میں مداومت اختیار کرے۔

تزکیۂ نفس کے دیگر ذرائع

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقاریر "نجات" اور "منہاج الطالبین" کے نام سے چھپ چکی ہیں تصوف پر بہترین کتابیں ہیں۔ اور سالکین کے لئے ایک عظیم تحفہ ہیں۔ یہ کتابیں اس قابل ہیں کہ ہر احمدی ان کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھے۔ حضور نے گناہوں سے نجات پانے اور تزکیۂ نفس کے حصول کے لئے جو علاج تجویز کئے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

(۱) سالک نیکیوں اور بدیوں کا علم حاصل کرے۔

اخلاق سیئہ۔ بخل۔ بدگمانی کرنا۔ عیب لگانا۔ تحقیر و تمسخر کرنا۔ لوگوں کے بُرے نام رکھنا۔ حسد کرنا۔ فضول خرچی کرنا۔ لغو باتیں کرنا۔ بغیر علم کے کسی بات کا کرنا۔ غیبت کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ خیانت کرنا۔ بدظنی کرنا۔ چوری کرنا۔ مایوس ہونا۔ زنا کرنا۔ مداہنت اختیار کرنا۔ شراب نوشی۔ جوا بازی۔ کسی کو قتل کرنا۔ نماز نہ پڑھنا۔ اللہ و رسول کے حکموں پر نہ چلنا وغیرہ۔

اخلاق حسنہ:۔ اصلاح بین الناس۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک۔ غرباء کی دیکھ بھال۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ امانت۔ ایثار۔ تواضع۔ توکل۔ حسن ظنی کرنا۔ صداقت شکر کرنا۔ صبر کرنا۔ عفو۔ عدل و احسان کرنا۔ ایفاء عہد کرنا۔ مہمان نوازی۔ پاکدامنی۔ غض بصر کرنا۔ باہمی تعاون کرنا۔ نیکیوں میں مسابقت۔ صلہ رحمی کرنا۔ والدین سے حسن سلوک کرنا۔ ہمسایہ سے حسن سلوک کرنا۔ ماتحتوں سے حسن سلوک کرنا۔ بشاشت۔ صفائی رکھنا۔ غصہ پر قابو پانا وغیرہ۔

(۲) نیکیوں کے برمحل استعمال کا علم حاصل کرے۔

(۳) انسان نیکیوں اور برائیوں کو سامنے رکھکر اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

(۴) اپنے گناہوں۔ کوتاہیوں اور کمزوریوں کو سامنے رکھکر کثرت سے استغفار کرے۔ یہانتک کہ گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔ توبہ کی تمام شرائط بھی پوری کرے۔

(۵) خدا تعالےٰ کی معرفت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

(۶) نیکی اور بدی کا انجام سوچے۔

(۷) اللہ تعالےٰ کی صفات کا نقشہ دل میں جمائے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے ارشاد نبوی کے تحت ان اخلاق کو اپنانے کی کوشش کرے۔

(۸) جن رشتہ داروں سے محبت کرنا جائز ہے ان سے زیادہ محبت کرے۔ اس طرح اس میں محبت کا جذبہ زیادہ پیدا ہوگا۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کا جذبہ بڑھے گا۔

(۹) قوت ارادی کو مضبوط کرے جو کہ گناہوں کے

چھوڑنے کے لئے ضروری ہے اس کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا روحانی نسخہ تجویز کیا ہے جس میں تیرہ دوائیں پڑتی ہیں۔ اس نسخہ کا علم حاصل کرنے کے لئے دوستوں کو منہاج الطالبین کا مطالعہ کرنا چاہیئے)

(۱۰) کامل توجہ پیدا کرے" یہ گر کامیابی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خیالات کو ایک ہی رَو میں چلائے اور اپنے دل سے خدا تعالیٰ کے سوا باقی سب چیزوں کے خیالات مٹا دے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا جو لوگ کسی کام میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں اس میں غرق ہو جاتے ہیں گویا وہ اپنے خیالات کو اس طرح چلاتے ہیں۔ کہ صرف وہی کام ان کا مقصد رہ جاتا ہے۔ اور کسی چیز کی خبر انہیں نہیں ہوتی جب کسی کام کے متعلق نفس میں پورا پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے تب اس میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص جسے جھوٹ بولنے کی عادت ہے وہ یہ خیال کرے۔ کہ مجھے جھوٹ چھوڑ دینا چاہیئے۔ تو اس سے کامیابی نہ ہو گی۔ جب تک رات دن اس کی توجہ اسی کی طرف نہ ہو گی کہ جھوٹ نہیں بولنا اور چھوڑ دینا ہے۔ ایک بات کا بار بار خیال کرنے سے یہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔"

(منہاج الطالبین)

تزکیۂ نفس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت

سیرت اور ارشادات کی روشنی میں

یہ اپنی ذات میں ایک مستقل اور وسیع مضمون ہے جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات کا مطالعہ تزکیۂ نفس کا بہت بڑا گُر ہے حضور کی کتب جس روحانی دودھ سے بھری پڑی ہیں اس کے متعلق خود خدا تعالیٰ نے عرش سے فرمایا ہے۔

"آسمان سے بہت دودھ اُترا۔ اُسے محفوظ رکھو۔" (تذکرہ صفحہ ۶۰۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱) "جو شخص ہماری کتب کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا۔ اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔"

(سیرت المہدی حصہ سوم)

(۲) "وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا۔ اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو۔ کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو۔ تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۵)

(۳) "مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص سلیم دل لے کر میری کتابوں کو پڑھیگا اور ان نشانوں پر غور کرے گا۔ تو اس کا دل بول اُٹھے گا۔ کہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے کہ ایسا جلیل القدر

نشان دکھا سکے۔"

(الحکم ۱۷؍ مئی ۱۹۰۵ء)

ہماری جماعت کے لئے تصوف کی بہترین کتب قرآن و حدیث کے بعد "کشتی نوح" ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور منہاج الطالبین ہیں۔ یہ کتب نسبتاً عام فہم بھی ہیں اور معمولی علم رکھنے والا شخص بھی ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ کشتی نوح کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور خاص ارشاد فرماتے ہیں کہ

"ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے
بچنے کا کہ کشتی نوح میں جو نصائح
لکھی ہیں ان کو ہر روز پڑھ لیا کرو۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۹)

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی مبارک الفاظ میں (بتصرف صیغہ) ہم دعا کرتے ہیں:۔

"اے اللہ ہم گناہگار ہیں۔ اور کمزور
ہیں۔ تیری دستگیری اور فضل کے
سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو آپ رحم فرما
اور ہمیں گناہوں سے پاک کر کیونکہ
تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اور نہیں
ہے جو ہمیں پاک کرے۔ ہم تیرے گناہگار
بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔ تو
ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں
سے ہم کو بچا۔ آمین۔

(بحوالہ ادعیۃ المسیح الموعود)

بقیہ صفحہ ۳۱ "اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو"

چنانچہ ۲ بجے رات میں تو سو گیا۔ لیکن صبح کے وقت مجھے برتنوں کی آوازیں آنے لگیں جن کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری بیوی گھر کے برتنوں کو اکٹھا کر رہی ہے، اور گھر کی صفائی میں مشغول ہے۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں جلدی سے سجدہ میں گر گیا۔ اور مالک حقیقی کا شکر بجا لایا۔ اور صبح مسیح پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ تو حضور کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔"

یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ دعائیں کتنی عظیم الشان طاقت ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی ہر مشکل کے وقت اپنے مالک حقیقی کی طرف جھکیں۔ اور اس سے ایک ایسا پختہ تعلق قائم کریں۔ کہ وہ تعلق کسی صورت میں بھی ٹوٹنے نہ پائے۔

پس آؤ ہم دعائیں کریں اور دعائیں کرتے چلے جائیں۔ کیونکہ یہ زمانہ بڑا سخت زمانہ ہے اور دعاؤں کا زمانہ ہے۔ ہم کمزور ہیں۔ ہم غریب ہیں ہمارے پاس صرف ایک ہی ہتھیار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اور وہ دعا ہے۔ خدا کرے کہ ہم دعا کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ اور اس کی عظیم الشان تاثیرات سے فائدہ اٹھائیں۔

عبدالسلام اسلام لائلپور

"جواں احمدی"

شب و روز ہے محوِ ذکر و عمل
مُسلسل، لگاتار فکر و عمل

یہی رزم ہے اور یہی بزم ہے
جواں احمدی کا جواں عزم ہے

سراپا محبّت کی تصویر ہے
مگر دستِ قُدرت کی شمشیر ہے

یہ ہے دست و پا اور زبانِ خُدا
جواں احمدی ترجمانِ خُدا

یہ رُوحِ محمدؐ کا ہے پاسباں
ہے سینہ سپر مثلِ کوہِ گراں

ہے وحدت گری کی اسے آرزُو
یہ معمارِ ہستی براھیم خُو

اسے جستجوئے رضائے خُدا
یہ محوِ محبّت فدائے خُدا

مقامِ اطاعت میں مثلِ ایاز
یہی اس کا ہے طُرّۂ امتیاز

شیاطینِ باطل کو جکڑے ہُوئے
عنانِ زمانہ کو پکڑے ہُوئے

کسی ذوقِ مستور کی بجلیاں
نگاہوں میں ہیں طُور کی بجلیاں

جبین اس کی محوِ سجُودِ نیاز
یہی اس کی ہے کامیابی کا راز

اسے خوف کیا رنج و آلام کا
یہ رُخ پھیر سکتا ہے ایام کا

مکرم مسعود احمد صاحب لاہور

"اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو"

حضرت حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب مہاجر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ آپ کو ۱۸۹۸ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے دعا کی عظیم الشان تاثیر کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ وہ واقعہ ان کی اپنی زبانی پیش کیا جاتا ہے فرماتے ہیں:۔

"میری بیوی کو بچہ تولد ہونے کے سات روز بعد مغرب کے قریب تشنج کے مرض نے گھیر لیا۔ چونکہ ان دنوں یہ مرض عام ہو رہا تھا۔ اور خاص طور پر عورتوں میں سے تو اس مرض والی شاذ ہی کوئی بچتی تھی۔ میں بہت گھبرایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں دوڑتا ہوا گیا۔ عرض کی کہ حضور مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا۔ مرض تو بہت خطرناک ہے، تم جاؤ اور فوراً اسے دس رتی ہینگ کھلا دو۔ اور دیکھو۔ ایک گھنٹہ بعد مجھے اطلاع دینا۔ عشاء کے وقت مریضہ مزید تکلیف محسوس کرنے لگی میں پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ اچھا۔ اب دس رتی کونین دے دو اور ایک گھنٹہ بعد مجھے اطلاع دو میں نہیں سوؤنگا۔ اور تم بے تکلف مردانہ سیڑھیوں سے آجانا۔ میں نے کونین کھلانے کے ایک گھنٹہ بعد جب دیکھا کہ کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو پھر حاضر خدمت ہوا۔ حضور نے سُنکر فرمایا۔ کہ دس رتی مشک کھلا دو میں نے عرض کی کہ حضور اس وقت تو مشک ملنا مشکل ہے۔ تو اس پر حضور اندر تشریف لے گئے اور مشک کی ایک مٹھی بھر کر مجھے لا دی۔ اور فرمایا۔ اس میں سے جو بچ جائے گا۔ اپنے گھر رکھ لینا۔ کبھی کام آئے گا۔ اور مجھے ایک گھنٹہ بعد اطلاع دینا۔ مشک دینے کے بعد مرض میں اور اضافہ ہو گیا۔ آدھی رات کو پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ تو حضور نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ واپس جاؤ۔ اب دس تولہ کسٹر آئیل پلا دو۔ اب تو میں تھک چکا تھا۔ واپس آکر دس تولہ کسٹر آئیل پلا دیا۔ جس سے مریضہ کو سخت قے آئی۔ یہ قے بڑی خطرناک تھی۔ کیونکہ اس مرض میں قے آخری علامت سمجھی جاتی تھی۔ اس کے بعد مریضہ کی گردن اکڑ گئی۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور سفید ہو گئیں۔ سانس اکھڑ گیا زبان بند ہو گئی۔ یہ آخری علامت بتانے کے لئے میں پھر حضور کے مکان پر حاضر ہوا۔ اور سارا واقعہ کہہ سُنایا حضور اقدس نے فرمایا۔ دنیا کے سارے ہتھیار تو ہم نے چلا لئے ہیں۔ اب ایک ہتھیار اور باقی ہے اور وہ دُعا ہے۔ تم جاؤ۔ میں سجدہ سے سر اُس وقت اٹھاؤں گا۔ جب اسے صحت ہو جائے گی۔ میں نے واپس آکر تیمارداروں کو بتایا۔ کہ اب تو ٹھیکیدار نے ٹھیکہ خود لے لیا ہے۔ میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے۔

(باقی دیکھیو صفحہ ۲۸ کالم ۲ پر)

مکرم مسعود احمد خانصاحب
تعلیم الاسلام کالج - ربوہ

"منسا موسیٰ" - مغربی افریقہ کا ایک عظیم مسلمان بادشاہ

منسا موسیٰ مغربی افریقہ میں مالی کی مسلمان سلطنت کا ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اس کے زمانہ میں ایک طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ تو دوسری طرف اسلامی علوم و فنون سے مغربی افریقہ کا وہ حصہ روشناس ہونے لگا۔ جس کو تاریخ میں مغربی سوڈان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سوڈان سے مراد افریقہ کا وہ میدانی علاقہ ہے۔ جس کے شمال میں صحرائے اعظم ہے اور جنوب میں استوائی خطۂ جنگلات ہے اور جو بحیرۂ قلزم سے لے کر بحر اوقیانوس تک پھیلا ہوا ہے در اصل اس کا مطلب بلادِ سوڈان ہے یعنی سیاہ فام اقوام کا مسکن۔ لیکن مرورِ زمانہ سے لفظِ سوڈان کا استعمال جاتا رہا۔ اور سوڈان کا لفظ بجائے مکین کے مکان کے لئے بولا جانے لگا۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام عربوں کا ہی دیا ہوا ہے موجودہ مملکتِ سوڈان جس کا دار السلطنت خرطوم ہے۔ ازمنہ سالفہ میں یا تو نوبیہ کہلاتا تھا۔ یا اس کو مشرقی سوڈان کہا جاتا تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں یہ اینگلو ایجپشین سوڈان کے نام سے موسوم ہوا۔ اور بحر اوقیانوس کی طرف کا مغربی سوڈان فرنچ سوڈان ہو گیا

مختصراً یہ کہ اس سرزمین یعنی مغربی سوڈان پر ۱۳۱۲ء سے لے کر ۱۳۳۷ء تک منسا موسیٰ حکمران تھا۔ اسکی مملکت کا نام مالی تھا۔ اور اس کے زیرِ حکومت علاقوں میں مغربی افریقہ کا موجودہ ملک مالی اور ایک اور ملک نائیجر کا کچھ حصہ شامل تھے۔ (یاد رہے۔ کہ مغربی افریقہ میں دو الگ ملک ہیں ایک نائیجیریا کہلاتا ہے۔ جس کا دار السلطنت لیگوس ہے۔ اور ایک نائیجر ہے جس کا دار السلطنت نیامی Niamey ہے۔ اول الذکر برطانیہ کا مقبوضہ علاقہ تھا۔ تو مؤخر الذکر فرانس کے زیرِ حکومت تھا اور چونکہ دونوں میں سے دریائے نائیجر بہتا ہے۔ اس لئے دونوں اسی دریا سے منسوب ہوتے ہیں)

اس بادشاہ کا نام ابوبکر موسیٰ تھا ۱۳۱۲ء میں تخت نشین ہونے کے بعد منسا موسیٰ اس کا لقب ہو گیا۔ یعنی بادشاہ موسیٰ۔ اس کے زمانہ میں مغربی سوڈان میں سونے اور تانبے کی کانیں بکثرت پائی جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کی تجارت شمالی افریقہ تک بہت وسیع پیمانہ پہ پھیلی ہوئی تھی اگرچہ مغربی افریقہ کے مسلمان بادشاہ ہمیشہ ہی حج

بیت اللہ کے شائقین رہے مگر جو شہرت منسا موسیٰ کے حج نے پائی وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی جب وہ ۲۵-۱۳۲۴ء میں حج پر گیا۔ تو پانچ سو غلام اس کے ہمراہ تھے۔ اور وہ اپنے ساتھ پچاس ہزار اونس سونا لے کر گیا۔ یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار تولے یا چار من کے قریب سونا اس کے پاس تھا۔ کہتے ہیں کہ دولت کی ایسی فراوانی اس قدر تعجب خیز تھی۔ کہ نہ صرف اسلامی ممالک میں اس کے چرچے رہے بلکہ یورپ میں بھی افریقہ کا وہی بادشاہ ایک عرصہ تک موضوعِ سخن بنا رہا۔ چنانچہ ۱۳۳۹ء میں یورپ میں انجیلو ڈو کارٹ نے دنیا کا جو نقشہ بنایا اس میں صحرائے اعظم کے جنوب میں پہلی بار زمین دکھائی گئی۔ اور کوہ اطلس کے پرے بجائے مالی کے لفظ کے سونے کے بادشاہ کا ملک لکھا گیا۔ پھر ۱۳۷۵ء میں شہنشاہ چارلس پنجم کے لئے جو دنیا کا نقشہ ابراہام کریسکیو نے کھینچا اس میں مالی کا ملک اور ٹمبکٹو اور گاؤ کے مقامات دکھائے گئے اور وہاں ایک انسانی شکل بھی بنائی گئی تھی۔ جس نے ایک ہاتھ میں شاہی نشان Scaptre اور دوسرے میں سونے کا ڈلا اٹھایا ہوا تھا اور اس پر لکھا تھا کہ یہ سیاہ فام اقوام کا بادشاہ موسیٰ مالی ہے۔ جو کہ تمام گنی کے علاقے کا حکمران ہے۔ حالانکہ وہ خود ۱۳۳۷ء میں فوت ہو چکا تھا۔

چونکہ موسیٰ مصر کے راستے حج کرنے گیا تھا اس لئے جب اس قدر سونا قاہرہ کے بازاروں میں پہنچا۔ تو فوراً سونے کی قیمت، غیر معمولی طور پر گر گئی۔

دوسری عجیب بات یہ ہوئی کہ مغربی افریقہ کے باشندے اس سے قبل اتنی بڑی تعداد میں کبھی قاہرہ نہ پہنچے تھے اب جو انہوں نے قاہرہ کی شان و شوکت اور اس کے بازاروں کی رونق دیکھی۔ تو وہ ششدر رہ گئے۔ اور ان کی طبعی سادہ لوحی اور پھر حیرت استعجاب سے قاہرہ کے تاجروں نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ اور خوب خوب ان کی جیبیں خالی کرانے لگے۔ لیکن آخر جب افریقیوں کو احساس ہوا۔ کہ قاہرہ کے تاجروں نے ان کو جی بھر کے لوٹا ہے تو قاہرہ کا وقار ان کی نظروں سے گر گیا۔ حتیٰ کہ اس کے بعد اگر کسی عالم دین یا معزز آدمی کو بھی وہ قاہرہ سے منسوب پاتے تو اس سے بھی وہ اچھی طرح پیش نہ آتے تھے۔ غالباً قاہرہ کے تاجروں کی نفع خوری کی حرص ہی کی وجہ سے باوجود اس قدر سونا ساتھ لانے کے منسا موسیٰ خالی ہاتھ ہو گیا۔ اور آخر اس کو قاہرہ کے سرمایہ داروں سے قرض لینا پڑا۔ اور بعض قرضخواہ اس کے ساتھ مالی کے ملک اپنا قرض واپس لینے کے لئے بھی گئے۔

اس حج میں سفر کے علاوہ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ واپسی پر بعض علماء اور فضلاء کو منسا موسیٰ اپنے ساتھ لے گیا۔ تاکہ وہاں بھی لوگوں کو اسلامی علوم و فنون سے آگاہی کا شوق پیدا ہو۔ ان علماء میں مسلم اسپین اندلس کا ایک عالم ابو اسحٰق ابراہیم الساحلی بھی تھا۔ اس نے کاؤ کاؤ ٹمبکٹو اور گاؤ وغیرہ مقامات پر مسجدیں اور مدرسے تعمیر کئے۔ اور

چونکہ شمالی افریقہ میں تو تہذیب ہر دم ترقی پذیر رہی اس لئے فنِ تعمیر بدلتا رہا۔ اور چودھویں صدی عیسوی کا فنِ تعمیر وہاں تو اس قدر متروک ہو گیا کہ لوگ اسے بالکل بھول گئے۔ لیکن مغربی سوڈان بن الساحلی کا شمالی افریقہ سے لایا ہوا فنِ تعمیر اس قدر مقبول ہوا۔ کہ بعد میں وہ فن اسی علاقے سے منسوب ہونے لگا۔

ایک اور طریق جو منسا موسیٰ نے مغربی سوڈان کو باقی اسلامی دنیا کے قریب لانے کے لئے اختیار کیا وہ سفارتی تعلقات کا قیام تھا۔ اس نے مراکو میں فیض کے بادشاہ ابوالحسن کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور اس سفارت کے جواب میں مراکو سے بھی علی بن غنیم بطور سفیر مالی کے ملک میں آیا۔ لیکن اس وقت منسا موسیٰ فوت ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ سلیمان تخت نشین تھا اس طرح مسلمان ممالک سے سفارتوں کا تبادلہ باقاعدہ صورت اختیار کر گیا۔

اسلام اگرچہ مرابطین کے ذریعہ گیارھویں صدی عیسوی میں صحراء کے جنوب میں گھانا کی قدیم سلطنت میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن مغربی سوڈان میں اسلام کے عملی نفاذ کا آغاز منسا موسیٰ کی بدولت ہی ہوا کیونکہ اس کے زمانہ میں کثرت سے جامع مساجد تعمیر ہوئیں اور جمعہ کی نماز کا باقاعدہ اور شایانِ شان اہتمام ہونے لگا۔ دوسری بات جو وہ مصر سے سیکھ کر آیا وہ بادشاہوں اور علاقائی امراء کے لئے تعدد ازواج پر چار کی بندش تھی۔ کیونکہ جب قاہرہ کے ایک امیر ابنِ حاجب سے گفتگو کے دوران اس نے بتایا کہ مغربی سوڈان میں لوگ امراء کی خدمت کے لئے اپنی لڑکیاں اس طرح پیش کر دیتے تھے جس طرح لونڈیاں کسی کی ملکیت میں ہوں۔ اور پھر یہ امراء اپنے پر باقاعدہ نکاح کی بندش اور ذمہ داریاں عاید کئے بغیر ان کو اپنی بیویاں بنا لیتے تھے تو امیر ابن حاجب نے اس کو بتایا کہ ایسا کرنا اسلام میں سراسر ناجائز ہے اس پر منسا موسیٰ نے پوچھا کہ کیا بادشاہوں کے لئے بھی؟ ابن حاجب نے کہا۔ یقیناً۔ تو موسیٰ نے اسی وقت کہا "خدا کی قسم مجھ کو اس کا علم نہ تھا۔ اور اب میں عہد کرتا ہوں۔ کہ یہ رسم میری مملکت میں ختم کر دی گئی۔ اور اس پر مزید عمل نہ ہوگا"

دو باتیں منسا موسیٰ سے ایسی بھی سرزد ہوئیں۔ جنہوں نے اسلام کی افریقہ میں سیاسی اور علمی ترقی میں آگے چل کر رکاوٹ ڈال دی۔ ایک تو مغربی افریقہ کے جنوبی ساحلی خطوں میں اسلام کی تبلیغ سے انحراف تھا۔ ہوا یوں کہ ان جنگلات سے دراصل سونا حاصل کیا جاتا تھا۔ جب مسلمان تاجران علاقوں میں اپنے دستور کے مطابق تبلیغ اسلام بھی کرنے لگے۔ تو وہاں کے مقامی باشندے ان کے خلاف ہو گئے۔ منسا موسیٰ کو خوف ہوا۔ کہ کہیں یہ سونا دینے سے بھی انکار نہ کر دیں۔ تو اس نے مزید تبلیغ اسلام کی ممانعت کر دی۔ حالانکہ اگر کوئی اور پُر حکمت راہ اختیار کرنے کے لئے سوچتا تو خدا تعالیٰ اس کی راہنمائی فرماتا۔ اور اسلام مغربی افریقہ میں ساحلی علاقوں تک پہنچ جاتا۔ اس طرح

اس کو سیاسی اعتبار سے ساحل پر بھی وہی قوت حاصل ہو جاتی جو صحرائی علاقوں میں تھی اور یقیناً ساحلی علاقوں کی سیاسی قوت اسلام کے لئے بہت زیادہ مفید ثابت ہوتی۔

دوسرا امر پرانی روش کے مطابق جادو اور ٹونے ٹوٹکوں سے متعلق تھا۔ ان کا رواج عام تھا۔ حتیٰ کہ مقدمات کے فیصلے ٹونے ٹوٹکوں سے ہو جایا کرتے تھے۔ لوگ اس الزام پر بھی قتل کئے جاتے تھے۔ کہ انہوں نے کسی دوسرے شخص کو اپنے جادو کے زور پر مار دیا تھا۔ اس طرح ایک تو ظلم کا دروازہ کھلتا ہے۔ دوسری طرف لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا ہو کر ان کی جودت طبع کمزور پڑ جاتی ہے۔ کبھی کوئی قوم توہم پرستی میں مبتلا ہو کر تہذیب و ترقی کی دوڑ میں آگے نہیں جا سکتی۔ کیونکہ خوف کے ساتھ کائنات کا مسخر کرنا ناممکن ہے حالانکہ خدا تعالیٰ نے کائنات کو انسان کے لئے پیدا کیا۔ کہ وہ اس کو اپنے زیر نگین کرے۔ پس جب کوئی الجھن پیدا ہو تو چاہیئے کہ اپنی فہم و فراست سے انسان اس کو حل کرے نہ کہ توہم پرستی کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ اسی لئے مغربی سوڈان میں باوجود بے پناہ دولت اور دیگر ذرائع ہونے کے وہاں کے مسلمان وہ ترقی نہ کر سکے جو کہ عرب ممالک میں یا ہندوستان اور دیگر غیر عرب ممالک میں ہوئی۔

پس منسا موسیٰ کے عہد سے بھی ہم کو دو سبق حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام کی تبلیغ سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ علم کی بنیاد یقین و فراست پر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ خوف و ہراس پر۔

بقیہ "کچھ حدیث کے بارے میں"

۳۔ جامع ترمذی مرتبہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۹ھ) یہ امام بخاری کے شاگرد تھے ان کا مجموعہ احادیث بھی نہایت اعلیٰ مقام پر مانا گیا ہے۔

۴۔ سنن ابوداؤد۔ مرتبہ امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی (ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ) فقہی مسائل کی تدوین میں انہیں بہت ارفع مقام حاصل ہے مگر اس بارے میں محققین میں اختلاف ہے کہ جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد میں سے کس کا مقام زیادہ بلند ہے۔

۵۔ سنن النسائی۔ مرتبہ امام احمد بن شعیب النسائی (ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۶ھ) امام نسائی بھی حدیث کے بڑے ائمہ میں سے ہیں اور ان کی کتاب کا درجہ صحاح ستہ میں عموماً پانچویں نمبر پر مانا گیا ہے۔

۶۔ سنن ابن ماجہ۔ مرتبہ امام محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی (ولادت ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ) یہ کتاب صحاح ستہ میں چھٹے یعنی آخری نمبر پر سمجھی جاتی ہے سنن ابن ماجہ بھی حقیقتاً ایک عمدہ کتاب ہے۔

الغرض محدثین نے صحیح حدیثوں کی تلاش اور چھان بین میں اپنی عمریں خرچ کر کے لاکھوں حدیثوں کے ذخیرہ میں سے اپنے مجموعوں کا انتخاب تیار کیا ہے لاریب تمام عالم اسلامی کو ان بزرگوں کا دلی شکر گزار ہونا چاہیئے۔ وجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(چالیس جواہر پارے۔ مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ)

فیض چنگوی
سابق ایڈیٹر اخبار "المصلح" کراچی

آمدِ امام الزّمان

(نوٹ:- اس نظم کا پہلا حصہ ماہ امان کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے)

(۱)

اے نوجوانِ باوفا — اے دردِ ملّت کی دوا
تو کیا کھڑا ہے سوچتا — اب وقت پورا ہو گیا
جس کو سلام اپنا کہا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
ہے آگیا ہاں آگیا — بس اے جوانِ باوفا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۲)

حق سے ملی پیغمبری — ہاتھوں میں شمعِ رہبری
سر پر کلاہِ سروری — دَر بر قبائے دلبری
وہ دلربا وہ مہ لقا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
لو آگیا وہ آگیا — بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۳)

وہ حرومہ کی ضو لئے — وہ زمزموں کی رَو لئے
وہ نور کا پرتَو لئے — وہ جوشِ عہدِ نَو لئے
وہ برق رَو وہ برق پا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
وہ آگیا وہ آگیا — بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۴)

عرفاں کا بحرِ بیکراں — ذوقِ حیاتِ جاوداں
وہ کامیاب و کامراں — وہ رخشِ ملّت کی عناں
وہ دردِ ملّت کی دَوا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
وہ آگیا وہ آگیا — بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۵)

یہ سب جہاں پُرنور ہُوا — شب کا اندھیرا دُور ہُوا
شیطاں بھی چکنا چُور ہُوا — مغرور تھا مقہور ہُوا
ہر بام و در لرزا گیا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
وہ آگیا وہ آگیا — بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۶)

وہ وقت کی تصدیق ہے — وہ مشعلِ تحقیق ہے
مانو اگر توفیق ہے — بے فائدہ تعویق ہے
وہ مصدرِ لطف و عطا — یعنی غلامِ مصطفےٰ
لو آگیا وہ آگیا — بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۷)

مُردوں کو بخشے زندگی مایوس کو پائندگی
رخشندگی، تابندگی اے غمزدو فرخندگی
فضلِ خدا نورِ ھُدیٰ یعنی غلامِ مصطفٰےؐ
وہ آگیا۔ وہ آگیا بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۸)

تاریکیاں تلپٹ گئیں کالی گھٹائیں چھٹ گئیں
باطل کی رگیں کٹ گئیں روکیں تھیں جتنی ہٹ گئیں
سرچشمۂ فیضِ ھُدیٰ یعنی غلامِ مصطفٰےؐ
وہ آگیا وہ آگیا بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۹)

کشتی بچالی ڈوبتی بھنور سے دینِ اسلام کی
پھر آئی موجِ کوثری یہ کس نے مے انڈیل دی
چرچا یہی ہے جا بجا یعنی غلامِ مصطفٰےؐ
ہے آگیا وہ آگیا بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

(۱۰)

اے نفیض کیا ہے سوچتا درِ میکدے کا کھل چکا
وہ دیکھ دَورِ مے چلا ساقی ہوا جلوہ نما
اُٹھ جام اٹھا اور پی پلا یعنی غلامِ مصطفٰےؐ
وہ آگیا وہ آگیا بس اے جوانِ پارسا
اپنا قدم آگے بڑھا

مکرم اعجاز احمد صاحب المحمود۔ لائلپور

مسرّت کی تلاش

ہم سب مسرت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔
کبھی آپ نے سوچا ہے۔ مسرت کسے کہتے ہیں۔
مسرت دراصل صحت، تحفظ، محبت اور ذہنی سکون کا ایک حسین امتزاج ہے۔

پُرمسرت زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ سے اُکتاہٹ اور کھنچاؤ کے بغیر رہنا سیکھ لے۔ اور ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ماحول سے عدم مطابقت ذہنی سکون کی دشمن ہے۔ آرام اور ذہنی سکون محض مصیبت اور تکلیف سے بچنے کا نام نہیں بلکہ مستقل مزاجی اور خود اعتمادی سے عبارت ہے۔

مسرّت تکلیفوں پر غالب آنے سے ملتی ہے آسودگی کے حصول کے لئے ہمارے اپنے خیالات اور جذبات میں لچک افسردگی کی شدّت کو کم کر دیگی اس کے برعکس اگر طبیعت میں سختی ہے تو آپ مصائب سے گھبرا جائیں گے۔ کیونکہ آفات کی آندھیوں کو روکنا اس حالت میں آپ کے بس میں نہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجئے — تیز آندھیوں میں بانس کے درختوں کی لچک۔۔۔ انہیں ٹوٹنے سے بچا لیتی ہے لیکن بڑے بڑے مضبوط اور قد آور پیڑ جڑ سے اُکھڑ جاتے ہیں۔

اگر آپ یہ حقیقت دل سے قبول کر لیں۔ کہ کامیابی و ناکامی، رنج و راحت اور صحت و بیماری ہماری زندگی کے لوازم ہیں۔ تو اعصابی تناؤ دُور ہو سکتا ہے۔ مشکلات کا مقابلہ صبر و استقلال سے کیجئے۔ اور مسائل کو مناسب طریق سے حل کیجئے۔ مایوسی کے لمحات میں حضرت سیّدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ہمت افزا الہام یاد رکھیئے:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

اگر یہ حوصلہ بخش آیت کریمہ یقین اور اعتماد کے ساتھ ادا کی جائے تو بڑی سے بڑی مشکل میں بھی انسان کے اوسان خطا نہیں ہوتے۔

کیا آپ نے پہاڑی ندی دیکھی ہے۔ ضرور دیکھی ہو گی۔ پہاڑی ندیوں کے راستے میں بڑے بڑے پتھر آتے ہیں۔ پانی ان پتھروں سے رُکتا نہیں۔ بلکہ دائیں بائیں ہو کر گزر جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ پتھر گدلے پانی کو صاف کر دیتے ہیں بعینہٖ زندگی بھی ایک ندی ہے۔ اور مشکلات پتھر ہیں۔ آپ پانی کی طرح اپنی منزل کی جانب گامزن رہیئے۔ مشکلات آپ کے نصب العین کے حصول میں رکاوٹ نہیں

بلکہ ممد و معاون ہیں۔ اور ناکامی دراصل کامیابی کا ایک زینہ ہے۔

جہاں تک ہو سکے جسم اور ذہن میں مطابقت پیدا کیجئے۔ زیادہ جھمیلوں میں نہ پڑیئے۔ ایک کام درست معلوم ہوتا ہے تو کر ڈالیئے۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ بھول پر اپنے آپ کو سزا دینے کی بجائے ایسا راستہ اختیار کیجئے۔ جس سے غلطی کی تلافی ہو جائے۔ اگر نقصان ناقابلِ تلافی ہے تو اسے خندہ دل سے قبول کر لیجئے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں پر اچانک ذمے داریاں آن پڑتی ہیں۔ وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور قسمت اور مقدر کو کوستے ہیں۔ لیکن جب وہ خود کو حالات کے مطابق ڈھالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو ہشاش بشاش دکھائی دینے لگتے ہیں۔ آپ بھی اپنی صلاحیتیں آزمائیے۔ حصولِ مسرت کا راز اسی میں مضمر ہے۔

خوش و خرم زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ شائستہ عادات اور اطوار اختیار کریں۔ شائستگی آپ کے ماحول کو جنت بنا سکتی ہے۔

ہمیشہ ایسے موضوعات پر گفتگو کیجئے۔ جن میں مخاطب آپ کا ہمخیال ہو۔ اختلافی مسائل کا ذکر انتہائی ضرورت کے تحت کیجئے۔ اور وہ بھی تدبیر سے کہ سب سے پہلے مسئلے کے وہ پہلو سامنے لائیے جن کے بارہ میں مخاطب آپ سے متفق ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اختلافی پہلوؤں پر گفتگو کیجئے۔ گفتگو کے دوران اپنے لہجے کا خاص خیال رکھیئے۔ آواز نرم اور لوچدار ہونی چاہیئے۔ تیزی اور سخت کلامی سے پرہیز کیجئے۔ ہر جملہ سوچ سمجھ کر ادا کیجئے۔ اور مخاطب پر رعب جمانے کی بجائے دلائل سے اپنا نقطۂ نظر واضح کیجئے۔

اپنے آپ میں مذاق کو برداشت کرنے کی قوت پیدا کیجئے۔ جو شخص مذاق برداشت نہیں کرتا۔ دل ہی دل میں کڑھتا ہے۔ نئے آدمی میں خامیاں ڈھونڈتا ہے اور مقابلے سے گھبراتا ہے۔ وہ تھکن اور دماغی بوجھ کا بہت جلد شکار ہو جاتا ہے۔

اسی طرح شک، دوسروں سے بیزاری اور اضطراب بھی انسان کو اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا احساس دلاتے ہیں۔ سکون و آرام کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اپنی ذات سے مطمئن ہو اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے کی بجائے انہیں تسلیم کرلے۔ یاد رکھیئے۔ اگر آپ کسی اندرونی کیفیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرینگے تو ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ تھوڑی دیر بعد ہی تھکن اور بے چینی آپ کے جسم اور ذہن پر قبضہ کر لے گی۔

اپنا نصب العین حاصل کرنے کے لئے خدا تعالےٰ سے نصرت اور فضل چاہتے رہیئے۔ وہ خود فرماتا ہے:۔

وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

اپنی قوت اور استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے پوری کوشش کیجئے۔ اور یہ مدنظر رکھیئے۔ کہ خدا تعالیٰ مومنوں کی سعی کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

لَا تَكْفُرُوْنَ لِسَعْيِهٖ

اپنے ادویہ پر بھروسہ رکھیئے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیجیئے۔ روحانیت ہمیں وہ طمانیت اور آسودگی عطا کرتی ہے۔ جو ہم ذہنی اور جسمانی طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔

جب ہم جذبات کے ہیجان میں مبتلا ہوں۔ یا گھبراہٹ کا اس قدر احساس ہو کہ ہم خود پر ترس کھانے لگیں۔ تو اس وقت خدا تعالیٰ کا تصور ہی ہمیں اطمینان بخشتا ہے۔

بیماری کے دوران ہم ادویہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دوستوں اور عزیزوں کی تسلیوں سے خود کو بہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن حقیقی سکون اس وقت ملتا ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ سے لو لگاتا ہے۔ ایمان کی قوت سے خوف اور بیماری کا مقابلہ کیجیئے۔

ایک ضروری اور کامیاب ذریعہ حصولِ تسکین کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے:۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

کام دیتی ہے عصا کا آیتِ لَا تَقْنَطُوْا
ورنہ عصیاں نے تو میری توڑ ڈالی ہے کمر

ناکامیوں پر مایوس ہونا کفر ہے۔ مشکلوں پر قابو پانے کے لئے نیا ولولہ پیدا کیجیئے۔

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے "مصیبت کے وقت اپنے خدا کو پکارو"۔ کیا آپ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں؟ گھر کی نسبت مسجد میں نماز پڑھنا زیادہ طمانیت پیدا کرتا ہے کیونکہ مسجد کا پُرسکون ماحول ذہن پر خوشگوار اثرات ڈالتا ہے۔

نماز فوری طور پر انسان کے اعصاب کو سکون بخشتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور انسان جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر کھڑا ہوتا ہے۔ اعصابی تناؤ ختم ہو جاتا ہے اور انسان دلی اطمینان سے ہمکنار ہوتا ہے۔

عبادت شکستہ دلوں کے لئے ایک بہت بڑا سہارا ہے۔ نماز میں دعا مانگنے سے مستقبل کے بارہ میں ہمارا خوف دور ہو جاتا ہے۔ ہم اپنے معاملات خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔

دن میں کئی بار خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتیں یاد رکھیئے۔ اس سے دلی مسرت میں اضافہ ہوگا۔ اضطراب اور خوف ختم ہو جائے گا اور حقیقی سکون نصیب ہوگا۔

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔

کچھ حدیث کے بارے میں

حدیث ایک عربی لفظ ہے جس کے بنیادی معنے ایسی نئی بات کے ہیں جو یا تو بالکل ہی نئی ہو یا نئے انداز میں پیش کی گئی ہو۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی نئے اور بیش بہا حقائق پر مشتمل ہے اس لئے اس کا نام اصطلاحاً حدیث رکھا گیا ہے پس حدیث اس مقدس کلام کا نام ہے جو ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی زبانِ مبارک سے نکلا یا جس میں آپؐ کی پاکیزہ زندگی کا کوئی چشم دید واقعہ بیان کیا گیا۔ اور پھر آپؐ کے صحابہؓ اور بعد کے مسلمان راویوں کے ذریعہ وہ کچھ عرصہ کے بعد تحریر میں لا کر محفوظ کر لیا گیا۔ عربوں کا حافظہ جیسا کہ عیسائی مؤرخوں تک نے برملا تسلیم کیا ہے غیر معمولی طور پر مسلّمہ تھا اور جو بات بھی وہ سنتے یا دیکھتے تھے اسے بڑی حفاظت کے ساتھ یاد رکھتے تھے اور چونکہ حدیث ایک مقدس دینی علم ہے اس لئے اس معاملہ میں خصوصیت کے ساتھ بڑی احتیاط اور بڑی امانت اور دیانت سے کام لیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو غیر معمولی حفاظت کے ساتھ پیچھے آنے والی نسلوں تک پہنچایا گیا۔ بیشک بعض راوی حافظہ اور سمجھ اور دیانت کے لحاظ سے ایسے پکے نہیں تھے کہ ان کی روایتوں پر پورا اعتماد کیا جا سکے۔ مگر حدیث جمع کرنے والے بزرگوں نے ایسے پختہ اصول مقرر کر دیئے ہیں کہ ان کے ذریعہ مناسب چھان بین کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کمزور حدیثوں سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

حدیث کی مشہور کتابیں

حدیث کی روایتیں عموماً دوسری صدی ہجری کے وسط سے لے کر تیسری صدی ہجری کے آخر تک جمع ہو کر کتابی صورت میں مرتب کر لی گئی تھیں۔ حدیث کی کتابیں یوں تو بہت ہیں۔ مگر ان میں سے چھ کتابیں خاص طور پر زیادہ صحیح اور زیادہ مستند سمجھی جاتی ہیں اس لئے ان کتابوں کا نام صحاح ستّہ (یعنی حدیث کی چھ صحیح کتابیں) مشہور ہو گیا ہے ان چھ کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ **صحیح بخاری**۔ مرتبہ امام محمد بن اسمٰعیل البخاری (ولادت ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ) امام بخاری کی یہ کتاب حدیث کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے اور امام بخاری کا ذاتی مقام بھی مسلّمہ طور پر سب محدثین میں بالا سمجھا گیا ہے اسی لئے صحیح بخاری کا نام اصح الکتب بعد کتاب اللہ (یعنی کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب) مشہور ہو گیا ہے۔

۲۔ **صحیح مسلم**۔ مرتبہ امام مسلم بن الحجاج النیشاپوری۔ (ولادت ۲۰۴ھ وفات ۲۶۱ھ) انکی کتاب صحاح ستّہ میں دوسرے نمبر پر شمار ہوتی ہے اور نہایت عمدہ اور قابل اعتماد مجموعہ سمجھی گئی ہے اکثر محدثین صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو ملا کر صحیحین (یعنی حدیث کی دو صحیح ترین کتابیں) کا نام دیتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

منوّر احمد انیس
مدیر اعلیٰ المنار ۔ (انگریزی)

حیات کی اکائی

ہزار ہا صدیوں پرانی ہے ۔ بیتے برسوں کی کہانی ہے ۔ جب دستِ تخلیق نے عناصر کے ظہورِ ترتیب کا آغاز کیا ۔ بہت سی باتیں وقت کے ساتھ بھلا دی جاتی ہیں لیکن بعض واقعات وقت کی پیشانی پر یُوں کندہ ہو کر رہ جاتے ہیں کہ خود وقت کا کارواں بھی ان واقعات سے دامن بچا کر نہیں نکل سکتا ۔ حیات کی کہانی بھی انہی کائناتی واقعات میں سے ایک ہے ۔

برس بیتے کہ جھلملاتے ہوئے لاتعداد کہکشانی نظاموں کے سلسلے میں سے ایک نظام کے تقریباً وسط میں آج کے نظامِ شمسی نے جنم لیا ۔ یہ زمانہ کائناتی انتشار کا زمانہ تھا ۔ حیات کے لئے ماحول خوشگوار نہ تھا ۔ نظامِ شمسی کی عنانِ حکومت سورج نے سنبھالی ۔ اس خاندان کے دو اچھے سے رکن ہماری زمین اور چندا ماموں تھے ۔ لیکن ان دنوں نہ دودھیا چاندنی تھی ۔ نہ اٹھلاتے ہوئے پودے اور نہ ہی زندگی کی ہماہمی ۔ پگھلتا ہوا لاوا تھا ۔ ناقابلِ برداشت حدت تھی ۔ خاموشی تھی ۔ ویرانا تھا ! وقت اس کہانی کو لئے چلتا رہا ۔ پگھلتا لاوا سرد پڑنے لگا ۔ حدت کم ہوتی گئی ۔ اور کچھ سرگوشیاں سنائی دیں ۔ اور پھر وقت کی آنکھ نے چہار جانب برف کے تودے دیکھے ۔ آگ کا طوفان تھم چکا ۔ کائنات منجمد ہو چکی تھی وقت کو جھرجھری سی آگئی اور وہ تیزی سے منجمد ہوتی کائنات میں خود بھی منجمد ہو گیا ۔

وقت کی بوڑھی پلکیں اٹھیں تو ایک بار پھر آگ کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا ۔ وقت نے لاپرواہی سے شانے اچکائے کہ یہ گرم ، سرد تو اب روز کا معمول تھا ۔ لیکن وقت کو تنہائی ۔۔۔ لامتناہی تنہائی کا احساس شدت سے ہونے لگا ۔ لاوا اگلتے پہاڑ ، برفیلے میدان ، اور لق و دق صحراء سب سبزۂ بیگانہ تھے ۔ کوئی نہ تھا کہ دل کی سرگوشیوں کا ہمراز بن سکے ۔ وقت کی آواز بیکراں کائنات میں چکراتی پھری مگر لوٹ کے نہ آئی ۔ وقت اپنی آواز کی محرومی کے احساس سے اور بھی تلملا اٹھا مگر اسے وہ ہاتھ میسّر نہ ہوا ۔ جو اس کی پیشانی کی شکنیں دور کر سکے ۔۔۔ اور وقت چیخ پڑا ۔۔۔ صدیوں ۔۔۔ صدیوں کی تنہائی سے اُکتا گیا ۔۔۔ وقت بے جان ہو چکا تھا ۔

مگر ۔۔۔ ایک غیر مرئی ہاتھ نے وقت کے ڈولتے جسم کو سہارا دیا ۔ وہ یہ سہارا پا کر دیوانہ وار چیخ پڑا اور اس کی رگ رگ میں حرارت عود کر آئی اور ۔۔۔ پھر اس نے دور ۔ بہت دور ۔۔۔ نیلگوں سمندر کی طرف دیکھا ۔ اس نے اپنے اردگرد ایک عجیب ، سی مہک مانوس کی ۔۔۔ اسے وہ در و دیوار اپنے سے لگے ۔۔۔ اور وقت دیوانہ وار اس نیلگوں سمندر

کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

آج کائنات معمول پر تھی۔ آج کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے رقصاں تھا۔ اور وقت بھی اس سیلاب رنگ و بو میں بہہ گیا۔ سمندر کی پھیلی ہوئی باہوں نے اسے چوما، گلے سے لگایا اور اس کا استقبال کیا۔ اور پھر سمندر اسے لے چلا۔ اپنی گود کے اس کنارے کی طرف کہ جہاں زندگی نے جنم لیا تھا۔ وقت نے خوشی سے کانپتی پلکوں کے جھروکوں سے حیات کو دیکھا اور ایک لمحہ کے لئے دم بخود ہو گیا۔ مگر اسی لمحے سمندر گرجا۔ اور وقت سے کہا کہ اب اسے کائنات کی اس امانت کا امین ہونا ہے۔

وہ دن اور آج کا دن وقت اپنی باہوں میں اس امانت کو لئے چلا آ رہا ہے۔ وہ امانت کیا تھی؟

وہ امانت خلیہ تھی۔ عناصر کا وہ تاریخی ملاپ ـــ جس ملاپ نے حیات کو جنم دیا۔ اور یوں کائنات کی ازلی تاریخ میں تخلیق کا ایک اور باب کھلا۔ صدیوں کے اس سفر میں وقت نے ہر حال میں اس امانت کی حفاظت کی ہے۔ مگر آج وہ امانت پھل پھول کر جوان ہو چکی ہے وہ امانت حیات کی اکائی تھی۔ یہ اکائی آج بھی ـــ قرن ہا قرن ـــ بیت جانے کے باوجود بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ لیکن ہر لحظہ نئی بڑھوتری اور ہر لمحہ نشوونما نے اس کو بہت سی قسموں میں بانٹ دیا ہے مگر بنیادی طور پر اس کی ساخت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

اس اکائی کے دیومالائی سفر کی کہانی ـــ آیئے اب آج کی سائنسی و فنی تحقیق کی روشنی میں پڑھیں۔ زندہ چیزوں کو ہم بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ـــ پودے اور جانور۔ کرۂ ارض پر پائی جانے والی تمام تر زندگی ـــ تمام زندہ اشیاء ـــ صرف اور صرف خلیات سے مرکب ہیں۔ خلیات آنکھ سے نظر نہ آنے والی انتہائی خورد اشیاء کا نام ہے۔

خلیہ کی تمام تر ساخت کیمیائی ہے اور یہ بنیادی طور پر مادۂ اولی PROTOPLASM سے مرکب ہے۔ مادۂ اولی کی کیمیائی ماہیت ہر لحظہ بدلتی رہتی ہے اور نہایت پیچیدہ ہے۔ یوں مادۂ اولی دراصل لحمیات، نشاستہ، خامروں، پانی، غیر نامیاتی نمکیات اور چربیلے روغنوں وغیرہ سے مرکب ہے۔ مادۂ اولی کا نوّے فیصد حصہ پانی ہوتا ہے اور باقیماندہ حصہ ان تمام اشیاء سے مل کر بنتا ہے۔

خلیہ کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ مادۂ اولی کا وہ حصہ ہے۔ جو اپنے اندر ایک مرکزہ رکھتا ہو۔ مرکزہ خلیہ کا وہ درمیانی حصہ ہے جو اپنے گرد ایک جھلی تانے رکھتا ہے۔ اور دراصل خلیہ کی زندگی کے تمام امور پر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

حیات کی جامع تعریف توفی الحال ممکن نہیں تاہم زندہ اشیاء کی چند ممتاز خصوصیات کی بناء پر انہیں بے جان چیزوں سے ممیز کیا جا سکتا ہے۔ تمام زندہ اشیاء میں افزائش نسل ہوتی ہے، یہ اشیاء سانس لیتی ہیں، اپنے جسم میں پیدا ہونے والے فضلات کا اخراج کرتی ہیں۔ بیرونی ہیج کے زیر اثر مخصوص ردعمل کا اظہار کرتی ہیں جبکہ بے جان اشیاء عام طور سے ان تمام خصوصیات کا اظہار نہیں کر سکتیں۔

زندہ اشیاء اپنی جن ممتاز خصوصیات کا

اظہار کرتی ہیں وہ دراصل بنیادی طور پر اس کے لئے اپنے خلیات ہی کی مرہونِ منّت ہیں۔ گویا زندہ اشیاء کے خواص فی الحقیقت اکائی سطح پر پائے جانیوالے خواص کا اجتماعی اظہار ہے اور اس امر کا ثبوت ہمیں یوں ملتا ہے کہ یک خلوی جانور اور یک خلوی پودے بھی انہی خطوط پر اپنی زندگی گزارتے ہیں جن پر کثیر خلوی جانوروں اور پودوں کی زندگی کا انحصار ہے۔

ننھا خلیہ اپنے وجود میں اپنی بقاء کے تمام تر سامان لئے رہتا ہے۔ جب ارتقاء کی کہانی بہت لمبی ہوگئی تو ننھے خلیے نے بھی اپنی کینچلی بدلی۔ چنانچہ یک خلوی جانوروں کے مقابلہ پر کثیر خلوی جانور کروڑوں خلیوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ یک خلوی جاندار میں تمام فرائض مرکزہ اور مرکزہ کے بیرونی حصوں کے ذریعہ انجام پاتے ہیں جبکہ کثیر خلوی جانور میں تقسیم کار کا اصول کارفرما ہے اور مخصوص افعال کے لئے مخصوص خلیے موجود ہیں۔ ان مخصوص افعال کی انجام دہی کے لئے خلیوں کی طبعی کیفیت میں تبدیلی ہو جاتی ہے مگر یا سوائے چند استثنائی صورتوں کے ان کی کیمیائی ساخت مستقل رہتی ہے۔ سو اگر ہم ایک خلیہ کے تمام تر کیمیائی و طبعی حالات سے آگاہ ہو جائیں۔ تو پھر ہمیں دیگر خلیات کی تبدیل شدہ حالتوں کو سمجھنے میں دقّت نہ ہو گی۔ اور خلیے کے افعال کو سمجھ لینے سے دراصل ہم زندگی کے افعال کو سمجھیں گے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ۔ خلیہ ۔ مادۂ اولیٰ سے مرکب ہے جس کی کیمیائی ماہیت نہایت پیچیدہ ہے۔ اور ہر لحظہ بدلتی رہتی ہے ۔ ایک مثالی خلیہ کی شکل یوں پیش کی جاسکتی ہے:۔

اس شکل میں خلیہ کے مختلف حصوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ مرکزہ ایک لونی جال سے مرکب ہے اور اس کے گرد ایک جھلی ہے۔ مرکزہ سے باہر چند مخصوص اجسام ہیں جن میں جسم مرکزی، گالجی جسم اور ذرات نخزمایہ اپنے مخصوص افعال کی بناء پر قابلِ ذکر ہیں۔

فطرت میں افزائش نسل کی کلید تقسیم ہے یعنی افزائش نسل کا آسان ترین ذریعہ تقسیم ہے چنانچہ ہر خلیہ اپنی عمر کے ایک مخصوص عرصہ کے بعد دو خلیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے۔

خلیات کی تقسیم کی ذمہ داری مرکزہ پر ہے ۔ مرکزہ کا لونی جال دراصل لونی اجسام سے بنتا ہے۔ لونی اجسام دراصل دو پیچیدہ کیمیائی مرکبات ۔ ① ڈ، ن ترشہ (DNA) اور ر، ن ترشہ (RNA) سے بنتے ہیں۔ ان میں وراثت کی اکائیاں یعنی GENES ہوتی ہیں۔ جو نسلاً در نسلاً منتقل ہوتی رہتی ہیں اور بارو رہ بیضہ کی حیات کا صحیح صحیح کیمیائی و طبعی لائحہ عمل تیار کرتی ہیں۔ ہر جاندار کے ہر خلیہ کے ہر مرکزہ میں ان لونی اجسام کی تعداد مخصوص ہوتی ہے انسان کے ہر خلیہ کے مرکزہ میں ان لونی اجسام کی تعداد ۴۶ ہوتی ہے۔ لونی اجسام میں ڈ، ن ترشہ اور ر، ن ترشہ کے مخصوص طبعی تسلسل سے مخصوص موروثی خواص جنم لیتے ہیں

جس طور انگریزی کے صرف ۲۶ حروف تہجی سے لاکھوں کروڑوں کتابیں ترتیب پاتی ہیں اسی طور صرف ۲۱ امینو ترشوں کے مخصوص تسلسل سے مخصوص لحمیات ترتیب پاتے ہیں اور یوں موروثی پیغام کا صحیح صحیح تعین ممکن ہوتا ہے۔ خلیہ کی تقسیم کے وقت یہ لونی اجسام تعداد میں دُگنے ہو جاتے ہیں۔ اور یوں نومولود خلیوں کو اپنے اپنے حصّے کے لونی اجسام ورثہ میں مل جاتے ہیں۔ موروثی بیماریاں بنیادی طور پر ان دو ترشوں کے مخصوص تسلسل کے بگاڑ کا نام ہے۔ یہ بگاڑ موروثی پیغام کی صورت میں اگلی نسل کو پہنچتا ہے اور یوں موروثی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

خلیہ کی تقسیم میں جسم مرکزی بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن پودوں کے خلیوں میں جسم مرکزی نہیں پایا جاتا۔ تقسیم کے وقت مرکزائی جھلی ٹوٹنا شروع ہوتی ہے۔ جسم مرکزی بھی تحلیل ہو کر ریشوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس کے ریشے مرکزہ کے لونی اجسام سے منسلک ہو کر انہیں خلیہ کے دونوں قطبی طرفین کی جانب لے جاتے ہیں۔ اس سے قبل لونی اجسام کی تعداد دگنی ہو چکی ہوتی ہے۔ اور قطبین پر پہنچ کر یہ اجسام دو علیحدہ علیحدہ خلیوں میں بٹ جاتے ہیں۔

ذرات خمیرہ میں پائے جانے والے مخصوص ذرات Mitochondria کو بھی خلیہ کے افعال میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ یہ ذرات خلیے کے تمام تر افعال کے لئے درکار توانائی فراہم کرتے ہیں۔ ان میں ایک مخصوص کیمیائی مرکب (ATP) کے ذریعے تعاملات ہوتے ہیں اور توانائی کا اخراج ہوتا ہے گالجی جسم — اندرون خلیہ غذائی تعاملات اور متعلقہ افعال کے لئے کیمیائی مہمیز کا کام یوں دیتا ہے کہ یہ چند مخصوص خامروں اور لحمیات کی تالیف کا ذمہ دار ہے۔

مرکزہ کے مشمولات اور مرکزہ کے بیرونی اجسام میں ہونیوالے کیمیائی تعاملات اس قدر پیچیدہ ہیں کہ ابھی تک ان تعاملات کی ماہیت کو پورے طور پر نہیں جانچا جا سکا۔ لونی اجسام کی کیمیائی ماہیت پر دنیا بھر کی حیاتیاتی تحقیق گاہوں میں مسلسل تحقیق و تفتیش جاری ہے اور اس کے دو مخصوص مرکبات ڈی، ان ترشہ اور ر، ان ترشہ پر تحقیق کے نتائج نے جدید علوم کا رُخ اسی طور موڑا ہے جس طور پہیہ نے تہذیب کا رُخ موڑا تھا یا نظریۂ ارتقاء نے سائنس اور فلسفہ کو نئی راہ سجھائی تھی۔

خلیہ اور اس کے مشمولات پر تحقیق انسان کو زندگی کی کیمیائی و طبعی ساخت کی نئی راہیں سجھا رہی ہے سرطان کی وجوہات کا سراغ لگانے بہتر فصلوں کے حصول، جانوروں کی بہتر نسل کشی، غذائیات کے مسائل کا حل، نظام شمسی کے سیّاروں میں زندگی یا زندگی کے سالمات کی ممکنہ موجودگی کا تعیّن کرنے مہلک بیماریوں کے خلاف جہاد کے لئے بہتر دواؤں کی تیاری اور اسی طور کے بے شمار دیگر مفید کاموں کے لئے آج دنیا بھر کے سائنسدانوں کے آلات خلیہ اور اس کے مشمولات کے پُر اسرار افعال کو بے نقاب کرنے میں مصروف ہیں۔

خلیہ کا سفر اب سائنسی و فنی میدان میں داخل ہو چکا ہے اور سائنسی اور فنی ترقی نے جہاں خلیہ سے خود بیشمار فائدے اٹھائے ہیں وہاں خود خلیہ کو بھی بہتر تحفظ کی ضمانت دی ہے اور آج خلیہ دشمن یا انہوں میں یا ہیں ڈالے

مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کی مساعی

سنہ ۶۸-۱۹۶۷ء کا ایک مختصر جائزہ

شعبہ تجنید:-

سال کے شروع میں خدام کی تعداد ۲۷۴ تھی۔ دوران سال بعض اطفال خدام میں شامل ہوئے اور بعض خدام لائلپور سے دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئے سال کے آخر میں کل تعداد خدام ۲۸۰ ہو گئی۔

شعبہ اعتماد:-

دورانِ سال خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس عاملہ کے ۵۳ اور عام اجلاسات ۱۱ منعقد ہوئے۔ دورانِ سال سالانہ تقریب کا انعقاد بھی ہوا۔ جس میں مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور دیگر مرکزی عہدیداران نے تشریف لا کر تقریب کو پُر رونق بنایا۔ ماہانہ اجلاسات میں مرکز سے علماء کرام تشریف لا کر اپنی ایمان افروز تقاریر سے خدام و اطفال کو مستفیض کرتے رہے۔ ان اجلاسات میں حاضری خدا تعالیٰ کے فضل سے خوشکن رہی۔

شعبہ تعلیم:-

دورانِ سال مقامی طور پر اختلافی مسائل اور نماز باترجمہ کے علاوہ کتب سلسلہ کا امتحان لیا جاتا رہا۔ علاوہ ازیں خدام کو مرکزی امتحانات کی تیاری بھی کروائی گئی۔ اور خدام کو امتحان میں شامل کیا گیا۔ دوران سال مجلس لائلپور شہر کے تحت آٹھویں سالانہ تربیتی کلاس بھی منعقد ہوئی (جس کی تفصیلی رپورٹ الفضل میں شائع ہو چکی ہے) مرکزی تربیتی کلاس منعقدہ (اپریل، مئی سنہ ۶۸ء) میں مجلس کے ۱۸ خدام شامل ہوئے جن میں سے ایک خادم بوجہ بیماری واپس آ گیا۔ ۷ خدام امتحان میں کامیاب ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک خادم نے "رد عیسائیت" میں اوّل اور ایک خادم نے حسن کارکردگی میں تیسرا (سوئم) انعام حاصل کیا۔

شعبہ تربیت:-

لائل پور شہر کو مجلس کے لحاظ سے ۱۶ حلقہ جات میں تقسیم کیا گیا ہے، محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تمام حلقہ جات میں دوران سال باقاعدگی سے نمازیں باجماعت ادا کی جاتی رہیں۔ حلقہ جات میں ۱۲۳ تربیتی اجلاسات ہوئے۔ ۲۳۴ خدام نے ۱۵۸۷ مرتبہ انفرادی نماز تہجد ادا کی۔ ۳۸ مرتبہ نماز تہجد باجماعت کا اہتمام کیا گیا۔ خدام کی حاضری ان نمازوں میں تسلی بخش رہی خدام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مبارک تحریک "تسبیح و تحمید" پر بھی پوری طرح کاربند رہے اور سال کے دوران ۲۲۳ خدام نے پینتیس لاکھ اٹھتر ہزار چار سو ترانوے بار تسبیح و تحمید کا وِرد کیا۔ ۹۸ بار کُلُوْا جَمِیْعًا کا اہتمام کیا گیا۔ ۱۹۰ خدام نے لغویات ترک کر دیں۔

شعبہ اصلاح و ارشاد:-

دورانِ سال مجلس کے ۷۷۴ خدام (مجموعی طور پر)

نے ۳۲۳۳ گھنٹوں میں ۱۱۹۷ افراد تک پیغام حق پہنچایا۔ ۴۰۷ اعدد لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ۴۲ تبلیغی خطوط لکھے گئے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دوران سال ۱۰ بیعتیں کروائی گئیں۔ ۳۱ افراد کو حج سکیم میں شامل کیا گیا۔ مجلس کے ایک خادم نے ۶۳ تبلیغی خطوط اپنے ہاتھ سے تیار کردہ عید کارڈز کے ساتھ منسلک کر کے غیر از جماعت احباب کو بھجوائے۔ دو دفعہ تبلیغی پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ دوران سال ۳۷۵ افراد (غیر از جماعت) الفضل کا مطالعہ کرتے رہے۔

شعبہ خدمت خلق:۔

شعبۂ خدمت خلق کے تحت لائلپور میں ۵ طبی مراکز قائم ہیں۔ جہاں پر دوران سال غریب اور مستحق مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا رہا۔ علاوہ ازیں ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر مشورے دیتے رہے۔ مختلف پارچات ۶۰ کی تعداد میں غرباء کو دیئے گئے۔ ۲۶ افراد کو ملازمت دلوائی گئی، ۲۱ افراد کی ملازمت کے لئے کوشش کی گئی۔ -/۳۱,۲۶۹ روپے بطور قرض حسنہ دیئے گئے۔ ۹۹۷ افراد کی عیادت کی گئی۔ ۱۸۱۱ انجکشن مفت لگائے گئے۔ ۸۴۱۸ مستحق مریضوں کا علاج مفت کیا گیا۔ -/۹۲۴ روپے بطور امداد دیئے گئے۔ -/۳۴۸ روپے کی ادویات لے کر دی گئیں مختلف اوقات میں ۷ طلباء کو مجموعی طور پر یکصد روپے کے وظائف دیئے گئے۔ علاوہ ازیں یکصد روپے کے ماہوار وظائف (تعلیمی و امدادی) بھی دیئے جاتے رہے۔

شعبۂ صحت جسمانی:۔

حلقہ مسجد فضل میں ایک ہیلتھ کلب (Health ...

[illegible]

کے تحت باڈی بلڈنگ (Body Building) کرتے رہے۔ ۴۲۷ خدام دانتوں کی صفائی کے عادی ہیں۔

شعبۂ اشاعت:۔

دوران سال رسالہ "خالد" کے ۱۶، رسالہ تشحیذ الاذہان کے ۲۲ (بائیس) رسالہ الفرقان کے ۳ اور اخبار الفضل کے ۱۲ نئے خریدار بنائے گئے۔ مختلف تربیتی سرکلرز ۸۵۰ کی تعداد میں سائیکلوسٹائل کئے گئے۔ ۱۳ خدام اور ایک طفل نے رسالہ خالد کے لئے اور دو خدام نے تشحیذ الاذہان کے لئے مضامین لکھے۔ ۱۶ مضامین رسالہ "خالد" میں اور ایک رسالہ "تشحیذ الاذہان" میں چھپ چکے ہیں۔ مجلس کی آٹھویں سالانہ تربیتی کلاس کی رپورٹ الفضل میں شائع کرائی گئی۔ ایک خادم کو نامہ نگار خصوصی برائے رسالہ خالد مقرر کیا گیا۔ اور مرکز سے منظوری حاصل کی گئی۔

شعبۂ وقار عمل:۔

دوران سال "All Pakistan Waqar-e-Amal Day" منایا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر نے محلہ بلال گنج میں ایک سو فٹ لمبی اور ۱۵ فٹ چوڑی کچی جگہ پر مٹی ڈال کر آمدورفت کے قابل بنایا۔ اس وقار عمل میں حاضری خوش کن رہی۔ علاوہ ازیں ایک دفعہ مسجد اقصیٰ ربوہ میں بھی وقار عمل منایا گیا۔ ہر ماہ کوئی نہ کوئی ایک آدھ وقار عمل ہوتا رہا۔

شعبۂ صنعت و تجارت:۔

مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر کے زیر انتظام بہت سے ہنر سکھانے کا انتظام ہے جن میں سے

شیشہ پر لکھائی، سٹرا سے سینری بنانا۔ فوٹوگرافی اچار، مربہ بنانا۔ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ناظم صاحب شعبۂ ہذا تمام سال بڑی محبت سے کام کو نبلاہتے رہے۔ ناظم صاحب نے بعض خدام کو بجلی کا کام سکھایا۔ دورانِ سال بعض خدام نے ڈسپنسنگ بھی سیکھی۔

شعبۂ تحریک جدید:۔

چندہ تحریک جدید کا سال ۶۸-۱۹۶۷ء کا

کل بجٹ ۱/۴۰ ۷۴۴ روپے تھا جن میں سے دورانِ سال ۹۴/۹ ۷ ۳۴۳ روپے کی وصولی ہوئی۔ ۲۲۳ خدام تحریک جدید میں شامل ہوئے۔

فضل عمر ویلفیئر ایسوسی ایشن:۔

یہ ایسوسی ایشن مجلس خدام الاحمدیہ لائلپور شہر کے تحت کام کر رہی ہے۔ اور اس کے صدر مکرم میاں عبد السمیع صاحب قمر بڑی محبت اور جانفشانی سے ایسوسی ایشن کے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ دوران سال -/۱۵۸ روپے کے عطیہ جات وصول ہوئے اور ۵۰/۱۴۰ تعلیمی وظائف، غرباء کی امداد اور مریضوں کے علاج کے لئے دیئے گئے۔

خاکسار محمد عمر دراز تنویر

نامہ نگار خصوصی "خالد" سمن آباد لائلپور

مجالس اطفال الاحمدیہ کی مساعی

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اب مجالس اطفال الاحمدیہ میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے جہاں یہ امر خوشکن ہے وہاں یہ بات بہت فکر پیدا کرنے والی ہے کہ

رپورٹ ورزشی مقابلہ جات مجلس خدام الاحمدیہ کراچی

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے شعبہ صحت جسمانی کے تحت مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۶۹ء کو خدام اور اطفال کے سالانہ ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے ان مقابلہ جات کیلئے کراچی کی ایک مشہور گراؤنڈ ایک دن کے لئے ریزرو کی گئی۔ صبح ۹ بجے تمام خدام اور اطفال گراؤنڈ کے۔ جی۔ اے، میں پہنچے مکرم نعیم احمد خان صاحب قائد مجلس اور مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب ناظم صحت جسمانی نے گراؤنڈ اور دیگر انتظامات کا معائنہ کرنیکے بعد مقابلہ جات شروع کروائے۔ مندرجہ ذیل مقابلہ جات میں خدام نے حصہ لیا۔ دوڑیں۔ لمبی اور اونچی چھلانگ۔ گولہ پھینکنا۔ رنگ۔ تھری لیگ کی دوڑ۔ فٹ بال۔ والی بال۔ کبڈی۔ نشانہ بازی۔ مقابلہ رومال پکڑنا۔ رسہ کشی۔

یہ مقابلے سارا دن جاری رہے تمام خدام اور اطفال نے پورے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ آخر میں شام ۵½ بجے مکرم نعیم احمد خانصاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے انعامات تقسیم کئے اور دعا کے ساتھ یہ دلچسپ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

عبدالرشید سماٹری

نامہ نگار خصوصی "خالد" کراچی

---

۴۴ کی بہت بڑی تعداد مجالس کی ایسی ہے جنکی طرف سے نہ رپورٹ آتی ہے اور نہ کسی خط کا جواب ان مجالس کو بار بار خطوط لکھے جاتے ہیں لیکن جواب موصول نہیں ہوتا ان مجالس کے قائدین سے خاص طور پر اور قائدین اضلاع سے درخواست ہے کہ اس کیفیت کو دور فرمائیں۔ اچھا کام کرنیوالی مجالس میں ڈرگ روڈ لائلپور۔ خوشاب۔ چک ۳۵ ڈی بی ضلع سرگودھا۔ نوشہرہ۔ سیالکوٹ شہر محمد آباد اور راولپنڈی کی مجالس کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں.... اللہ تعالیٰ سب مجالس کی مساعی میں برکت دے آمین۔ (مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Regd. L. No. 5880 May 1969

زراعتی ٹریکٹر کے خریداروں کے لئے خوشخبری

پرانی قیمت :- ۱۶،۳۴۰/- روپے

موجودہ قیمت :- ۱۴،۵۵۵/- روپے

انٹرنیشنل ہارویسٹر کے اعلیٰ معیار اور بہترین کارکردگی کی بے مثال روایات سو سال سے قائم ہیں۔ پاکستان میں بھی انٹرنیشنل ہارویسٹر بی - ۴۵۰ ٹریکٹر بے حد مقبول ہے۔ محدود تعداد میں انٹرنیشنل ہارویسٹر بی - ۴۵۰ کی قیمت میں اس نمایاں کمی کے فخریہ اعلان کا مقصد پاکستان کو غلہ کی پیداوار میں خود کفیل بنانا ہے۔

اپنے آرڈر جلد بک کرائیے۔
پہلے آیئے پہلے لے جایئے

انٹرنیشنل ہارویسٹر بی - ۴۵۰ ٹریکٹر صرف ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ بینک آف پاکستان کے قرضے سے خریدا جا سکتا ہے۔ قرضہ حاصل کرنے کے متعلق مشورہ کیلئے ہم سے یا ہمارے قریبی ڈیلر سے رجوع کیجئے۔

شاہنواز لمیٹڈ

۱۹ - ویسٹ وہارف روڈ کراچی - فون :- ۵ - ۲۲۳۰۷۱
۸۳ - مال روڈ - لاہور - فون :- ۲ - ۶۳۱۷۱
۳۲۶ - بی پشاور روڈ - راولپنڈی - فون :- ۶۲۹۱۷
۱۷ - مال روڈ - پشاور چھاؤنی - فون :- ۲۱۷۶

پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ڈیلر موجود ہیں۔